

# کچھ اہم و مفید مطبوعات

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم	15/-	اسلام کیا ہے؟ (اردو)	30/-
کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن)	بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم	12/-	اسلام کیا ہے؟ (ہندی)	35/-
کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن)	ہمارے حضور (اردو) 15/ ہمارے حضور (ہندی) 20/-	20/-	دین و شریعت	70/-
کاروان زندگی حصہ سوم	موج تسنیم (اردو)	70/-	زیر طبع	70/-
کاروان زندگی حصہ چہارم	مناجات ہاتف	10/-	قادیانی مسلمان نہیں	25/-
کاروان زندگی حصہ پنجم	دیار حبیب	5/-	آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن)	40/-
کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن)	از محمد و مہ خیر النساء بہتر	90/-	آپ حج کیسے کریں؟ (ہندی) (نیا ایڈیشن)	45/-
کاروان زندگی حصہ ہفتم	حسن معاشرت (نیا ایڈیشن)	15/-	درس قرآن	200/-
مطالعہ قرآن کے اصول و مبادی (نیا ایڈیشن)	کلید باب رحمت	6/-	دیگر مصنفین کرام کی تصانیف	
حج کے چند مشاہدات	ذائقہ (نیا ایڈیشن)	6/-	تذکرہ حضرت سید احمد شہید	45/-
خواتین اور دین کی خدمت	ذکر خیر	25/-	مکتوبات مفکر اسلام (اول)	80/-
کاروان ایمان و عزیمت (نیا ایڈیشن)	از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنی	35/-	مکتوبات مفکر اسلام (دوم)	120/-
دعا کیں	لبیک اللہم لبیک	10/-	(مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب)	
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوری (نیا ایڈیشن)	سوانح حضرت مولانا غلیل سہارنپوری	90/-	تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ	35/-
سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا	سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلوی	150/-	سیرت مولانا سید محمد علی مونگیری	30/-
کاندھلوی (نیا ایڈیشن)	زبان کی نیکیاں	90/-	(مولانا محمد الحسنی)	
نبی رحمت (نیا ایڈیشن)	گلدستہ حمد و سلام	200/-	بشریت انبیاء (نیا ایڈیشن)	40/-
سیرت سید احمد شہید (دو جلدیں)	کلام ثانی	200/-	ذکر رسول	55/-
تاریخ دعوت و عزیمت (پانچ جلدیں)	از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ	355/-	مولانا محمد علی جوہر	175/-
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر	دومینے امریکا میں	70/-	(مولانا عبدالماجد دریا بادی)	
اپنے گھر سے بیت اللہ تک	جزیرۃ العرب	25/-	کتاب انجو (حافظ عبدالرحمن امرتسری)	18/-
از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ	حج و مقامات حج	35/-	کتاب الصرف	20/-
زاد سفر (دو جلدیں) (نیا ایڈیشن)	امت مسلمہ	150/-	بریلوی فتنہ کانیا روپ (مولانا عارف سنہلی)	40/-
باب کرم (نیا ایڈیشن)	سماج کی تعلیم و تربیت	12/-	تاریخ میلاد (حکیم اشکور)	30/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول	از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی	15/-	مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی)	30/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم	معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں)	870/-	سیرت صدیق (حبیب الرحمن شیروانی)	25/-

جہاں ڈاکٹر ذاکر نانک اور مولانا سلمان ندوی صاحب سے ملاقات کی، فی الوقت میں قطر سے واپس آئی ہوں، بہت سے عرب ممالک کی طرف سے مجھے دعوت مل رہی ہے، ماں کے مقدس لقب سے نواز کر لوگ میرا احترام کرتے ہیں۔

آپ کے قبول اسلام پر مخالفین اسلام کا رد عمل کیسا رہا.....؟ کے جواب میں انہوں نے بتایا، بے شمار خطوط اور فون ایسے آتے رہے ہیں جن میں ہندو قوم میں واپسی کے لئے نصیحت ہی نہیں بلکہ دھمکی بھی دی گئی تھی۔ شیو سینا کے لوگوں نے وقت اور دن متعین کر کے دھمکی دی کہ اگر دیے گئے وقت سے پہلے اسلام کو ترک نہ کیا تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ شہر کی دیواروں پر میرے خلاف پوسٹر چپکائے گئے، اس وقت میری ایک سیکلی پولیس I.G کی بیوی نے مجھ سے کہا کہ پولیس کو تحفظ کے لئے درخواست دے دو، پولیس تمہاری حفاظت کرے گی۔ میں نے اسے جواب دیا کہ مجھے کسی کے تحفظ کی ضرورت نہیں، موت تک کے لئے مجھے تحفظ مل چکا ہے۔ یہ تحفظ اللہ کی جانب سے ہے، اللہ جب چاہے میں مرنے کے لئے تیار ہوں، رہا مسئلہ ظالموں کے حملے کا تو یوں سمجھو کہ اس سے مجھے ایک بہت بڑی فضیلت ملے گی، میں شہید کہلاؤں گی، یہ اتنی بڑی سعادت ہے کہ اپنی بقیہ زندگی میں پوری کوشش کے باوجود میں ایسی سعادت حاصل نہیں کر سکتی میں نے اپنی سیکلی کو تسلی دی۔ ایک مرتبہ ایک شخص میرے گھر میں داخل ہوا اور مجھے اذیت پہنچانا چاہا، اس وقت گھر پر میرا لڑکا موجود تھا۔ اس نے اسے بھگا دیا۔ ایک اور موقع پر ایک گروہ نے میرے گھر کے دروازے پر پہنچ کر رات کے وقت شور مچا دیا، میں نے اپنے فلیٹ کا دروازہ کھولا اور ان سے کہا کہ جس کو اپنی جان عزیز ہو وہ واپس چلا جائے، چنانچہ سبھی خاموشی کے ساتھ لوٹ گئے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے لئے اپنے ایک پیغام میں انہوں نے کہا: سارے مذہب اور فلسفوں کا زمانہ گزر چکا ہے، ابتداء میں وہ اچھے رہے ہیں، مگر اب وہ ناقابل عمل ہو چکے ہیں۔ صرف اسلام ناقابل عمل نہ ہو سکا۔ ملک کے لوگ بھی اس کے خواہش مند ہیں، مگر مسلمانوں کی بے عملی کو دیکھ کر وہ ٹھنک جاتے ہیں، ہمیں اس صورت حال کو بدلنا ہے تاکہ ہمیں دیکھ کر انہیں اسلام پسند آئے، ایسے حالات پیدا کرنا ہمارا اصل کام ہے، مسلمان بہت خوش قسمت ہیں اور خوش نصیب ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مسلمان بنایا ہے۔ مگر اب ہمیں اپنے آپ کو خوش نصیبی کا مستحق ثابت کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی ہے، جاہلی تہذیبوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے، ایک سچے مسلمان کی زندگی گزارنا اور غیر مسلموں تک اسلام کا پیغام پہنچانا ہے۔

یہ عظیم خاتون 75 سال کی عمر میں 31/ مئی 2009 بروز اتوار 1:55 بجے دن، ہندوستان کے شہر پونا کے جہانگیر ہسپتال میں خالق حقیقی سے جا ملیں۔

انا لله وانا الیہ راجعون۔

موت کے بعد ان کا جسد خاکی کیرالا واپس لایا گیا۔ 2007 میں وہ کیرالا سے پونا میں اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کے ہاں منتقل ہو گئی تھیں کوچی سی ٹرائیون ڈرم تک ان کے جسد خاکی پر منوں کے حساب سے پھول نچھاور کئے گئے۔ پالایام مسجد میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ مسجد کے گراؤنڈ میں درختوں کے ایک جھنڈ میں انہیں دفن کیا گیا، ان کے سب سے چھوٹے بیٹے نے ان کی قبر کے دونوں اطراف دو پودے لگا کر اپنی محبت کا اظہار کیا۔ ان کی آخری رسومات میں ہر مذہب کے لوگوں نے شرکت کی اور اہل دانش نے انہیں شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ پاکستان کے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے اس عظیم خاتون کو مکمل نظر انداز کیا حالانکہ وہ عالمی شہرت کی حامل شاعرہ اور ادیبہ تھیں۔ اگر وہ مسلمہ نہ ہوتیں تو پاکستانی میڈیا میں نمایاں جگہ پاتیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام دے اور ان کی اولاد کو بھی اسلام کی نعمت سے سرفراز کرے۔ آمین۔

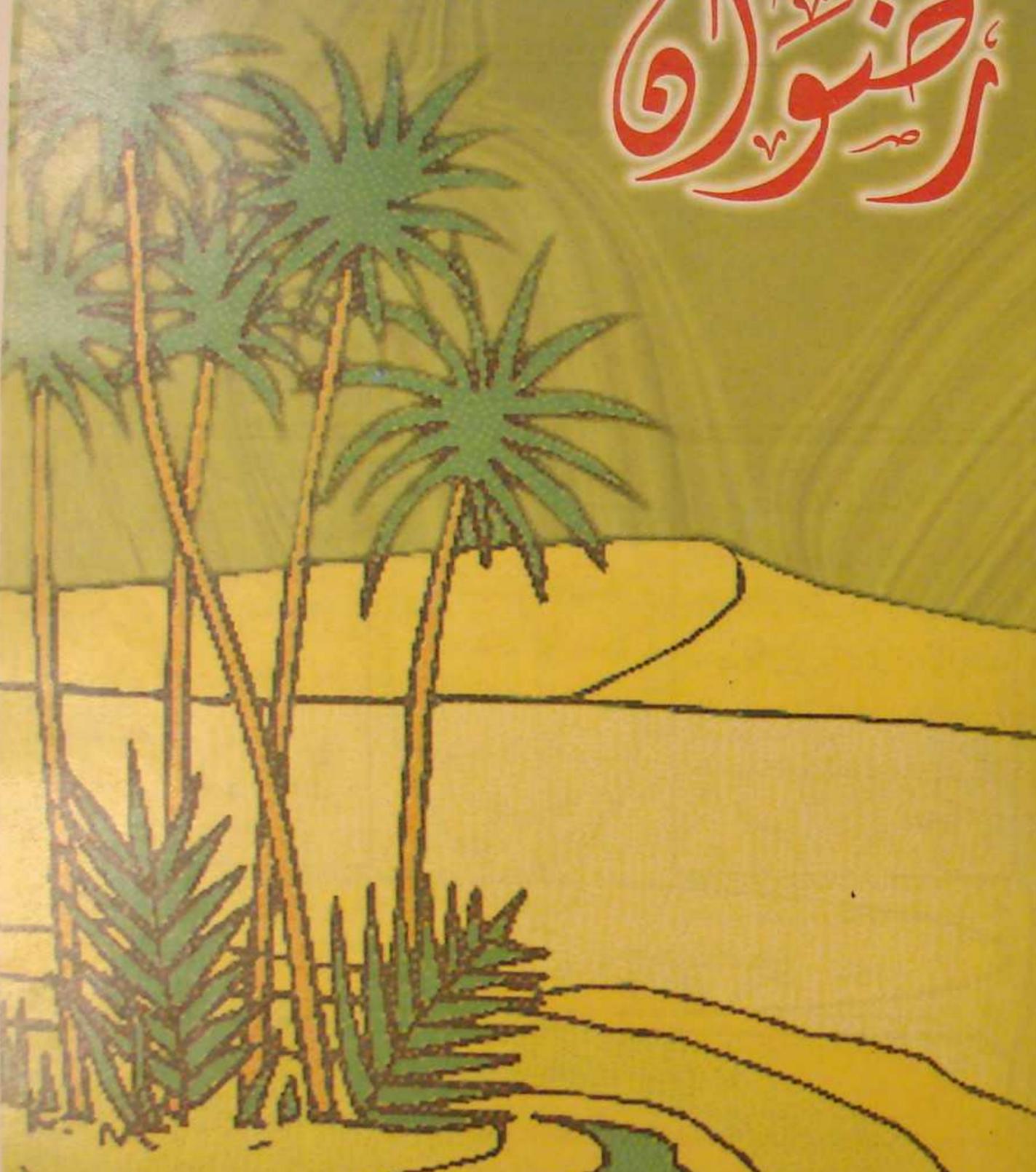
☆☆☆

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۲، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸۔ فون نمبر دفتر: 2270406، فون نمبر ہاٹس: 2229174

# RIZWAN

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

## ماہنامہ رِزْوَان لکھنؤ



Rs. 10/-



### ہارڈینا

گردہ و مثانہ کی پتھریکے کا سیرپ  
گردہ، مثانہ کی پتھری، درد  
پیشاب میں ریت، خون اور  
جٹکن کے لئے  
یکساں مفید ہے۔



### کبیدون

جگر اور پتھری کی پتھریوں کو دور کرنے والا یہ نظیر سیرپ  
• پیلیا، جگر اور  
• پتھر کے ورم،  
• کڑوری، درد اور  
• پتھری کا بے نظیر سیرپ



### زو زامین

فساد خون اور جلدی امراض کا سیرپ  
• فساد خون، مہاسے، پتی  
• پھوٹے، پتھری اور  
• خارش کو ٹھیک کرتی ہے اور  
• ہر قسم پر کھلائی ہے۔



شوگر کی کامیاب ترین دوا



• شکر کی جھڑی بوٹیوں سے  
• تیار شدہ دوا  
• پیشاب سے شکر کو ختم کر کے خون میں  
• شکر کو کنٹرول رکھتی ہے۔



### بطینا

قبض اور گیس کی کامیاب دوا

• قبض، گیس، بھوک نہ لگنا،  
• بطن، گرائی اور دیگر خرابیوں کیلئے  
• یحییٰ مفید چورن۔  
• استعمال کریں، آرام پائیں۔



### لیکوڈین

لیکوریاجریان میں بیجا موثر

لیکوریاجن بے حد مفید، رحم کی تازہ  
• رطوبت کو خشک کر کے طاقت دیتا ہے۔  
• قوت باہر اٹھاتا کرتا ہے رُعت ازال اور کثرت حتم لام  
• جسے بیان میں بے حد موثر و مفید ہے



### برنیسال

برنیسال کے تین اہم فوائد

1. سوزش اور جھلن میں فوراً اٹھانک پہنچانے  
2. زخم کو جلدی ٹھیک کر کے نشان نہ ہونے دے  
3. جھرسر کے مضر اثرات سے پاک ہے

### اندامول

گہرے زخم پھوڑوں کا جواب دہم  
گہرے زخم، ناسور، بیڈ سو، پھوڑے  
خصوصاً کابینکل پھوڑوں کا  
جلد تازہ کرنے والا دہم



HASANI PHARMACY

177/41 GWYNNE ROAD, LUCKNOW-226 018

PH. (O) 202677, (R) 229174, M : 98380 23223



### کفزال

موسم کی کھانسی، نزلہ، زکام میں بیجا مفید  
پتھری کی کھانسی، نزلہ، زکام، گلے کی خراش  
اور نزلہ سے سر درد و بدن درد میں مفید ہے



### صبا کا آملہ

بالوں کا بڑھنے میں محافظ  
دورانیہ کو بڑھتے رہتا ہے،  
بالوں کی کثرت میں کامیاب دوا کر کے  
بالوں کو نکالا اور گھسٹا بنا دیتا ہے



### صبا کا ہیر آئیل

دماغ اور بالوں کا انمول ہیر آئیل  
شہدہ، زہریلی سمکھ اور کرکے، دماغ کو بڑھتے  
اور قوت مند نظر کو بڑھاتا ہے، بالوں کی  
بڑھنے کو تیز کر کے، بالوں کو  
گھٹے اور جھکارت آتے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

## سوانح حیات..... کاروان زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

100/-	(اردو ایڈیشن)	قیمت حصہ اول	جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام
90/-	(اردو ایڈیشن)	قیمت حصہ دوم	کے واقعات و حوادث اور تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا حاصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک
80/-	(اردو ایڈیشن)	قیمت حصہ سوم	دیجیٹ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودہویں صدی
90/-	(اردو ایڈیشن)	قیمت حصہ چہارم	ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا ہے۔
80/-	(اردو ایڈیشن)	قیمت حصہ پنجم	• ایک تاریخی دستاویز • ادبی مرقع • دعوت فکر و عمل
90/-	(اردو ایڈیشن)	قیمت حصہ ششم	فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ
80/-	(اردو ایڈیشن)	قیمت حصہ ہفتم	
610/-	(کاروان زندگی)	قیمت مکمل سیٹ	

### خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی و سماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کر سکتی ہیں، آخر میں مولانا کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولانا کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت 25/-

### حج کے

#### چند مشاہدات

اس کتاب میں مولانا نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تاثرات و مشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا موثر اظہار ہے۔

قیمت 6/-

### کاروان ایمان و عزیمت

قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت و طباعت

قیمت 35/-

### ذکر خیر

حضرت مولانا کی والدہ ماجدہ کے حالات زندگی، خود حضرت مولانا کے قلم سے۔

قیمت 15/-

### سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور یعنی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، انداز تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تاثرات اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد - 90/-

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

## خواتین کا ترجمان

# رِضْوَانُ

لکھنؤ

ماہنامہ

شمارہ ۴

اپریل ۲۰۱۰ء

جلد ۵۴

### سالانہ چندہ

برائے ہندوستان : ۱۰۰ روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵ امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۱۰ روپے

### ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

### معاونین

• میمونہ حسنی • عائشہ حسنی

• جعفر مسعود حسنی • محمود حسن حسنی

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیے

ماہنامہ رضوان ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

Phone : 91 - 0522 - 2620406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون : 9336932231

# اپنی بہنوں سے

ہمارے ملک کے جو حالات اس وقت ہو گئے ہیں وہ کسی بھی شخص سے پوشیدہ نہیں ہیں، جو ملک ایک مدت سے امن و امان کا گوارہ تھا وہ فساد، انتشار اور نفرت کی آماجگاہ بن چکا ہے اور اب یہ حال ہو گیا ہے کہ کوئی بھی شخص اس بات کی ضمانت نہیں دے سکتا کہ اگر وہ گھر سے نکلتا ہے تو خیریت سے واپس بھی آ سکتا ہے، جنگل میں وحشی درندوں کے درمیان تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے لیکن شہروں میں، آبادیوں میں اس کی جان و مال محفوظ رہے اس کی کوئی ضمانت نہیں۔ ان حالات میں ہمارا کیا کردار ہونا چاہئے اور اس مشکل اور مسائل سے پر دور سے کس طرح عہدہ برآ ہونا چاہئے یہ بہت غور و فکر کی بات ہے، جذبات سے الگ ہو کر وقتی جوش اور گرمی کو دماغ سے نکال کر اس سنگین صورت حال کی عقدہ کشائی کرنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قبل ہم کو دنیا کے دیگر ممالک کے حالات کا گہرا جائزہ لینا چاہئے۔ ان ممالک کے مسلمان جن مسائل اور حالات سے دوچار ہیں ان کو سامنے رکھنا چاہئے، قوموں کی زندگی میں ایک معمولی قدم بھی غیر معمولی اثر رکھتا ہے اور اس کے دور رس اور تاریخی اثرات ہوتے ہیں، وہ قوم ہرگز ترقی نہیں کر سکتی جو عقل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے، اس سلسلہ میں ہمارے لئے روشن مثال خود ہمارے اسلاف کی ہے جنہوں نے اس سے بھی زیادہ مشکل حالات میں زندگی گزاری ہے۔ اور مصائب و تاریکیوں میں قدیل رہا بن کر نہ صرف خود کے لئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی روشن مینار ثابت ہوئے ہیں۔ جس وقت ہندوستان میں شیخ الاسلام و المسلمین حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ رونق افروز ہوئے پورا ہندوستان کفر و شرک کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا، انسانیت سسک رہی تھی اور روشنی کی کوئی کرن دکھائی نہیں دیتی تھی، ایسے پر آشوب دور میں حضرت خواجہ اقدس سرہ دکھی انسانیت کے زخموں کا مرہم بن گئے، اور انہوں نے اپنی محبت و شفقت کا ایسا گھنیرا سایہ اس ملک پر ڈالا کہ تھکے ہارے مظلوم انسان اس ٹھنڈے سایہ تلے آ گئے، انہوں نے نفرت کا جواب نفرت سے نہیں دیا بلکہ نفرت کا جواب محبت سے دیا، کانٹوں کے بدلہ پھول برسائے آخر نتیجہ یہ نکلا کہ تاریکیاں چھٹنے لگیں اور روشنی سے یہ علاقہ منور ہو گیا۔

اسلام اس ملک میں اس لئے نہیں آیا کہ چند لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں اور باقی محروم رہیں، اسلام تو اس لئے آیا تھا کہ اس ملک کا ہر باشندہ اس سے فیضیاب ہو، اور کفر و شرک کی گندگی سے نکل کر اللہ وحدہ لا شریک کی غلامی میں آ جائے، لیکن ہماری بد اعمالیوں نے یہ دن دکھلائے کہ بجائے اس کے کہ اسلام کا پیغام ہر جگہ پہنچے ہم جو اسلام کے ماننے کا دعویٰ کرتے نہیں سمجھتے ہیں خود اپنے خول میں سکتے چلے جا رہے ہیں۔ آخر اس کا انجام کیا ہوگا۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ سب سے بڑی ذمہ داری ہماری ہے کہ ہم اس صورت حال کو بدلیں اپنی زندگیوں کو بدلیں اور اس کو اسلام کے سانچہ میں ڈھال کر سراپا محبت بن جائیں۔ اور اسلام کا پیغام اس علاقہ میں بسنے والے ہر فرد کو پہنچائیں اور یہ ثابت کریں کہ اسلام ہی ایک ایسا تریاق ہے جو ہر قسم کے زہر کو ختم کرتا ہے اور اسی کے سایہ تلے انسانیت زندہ رہ سکتی ہے۔ رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ اگر ہم اس نمونے کو اپنے سامنے رکھ کر اپنی زندگی نہیں گزاریں گے تو چاہے ہم جتنے بڑے مظاہرے کریں، بند متائیں، جلوس نکالیں کامیابی ہم کو قطعی نہ ملے گی، کیونکہ مسلمان اسلام کی زنجیر سے بندھی ہوئی قوم ہے جس کا سرانجامی عربی سرور کائنات رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں ہے جو اس مبارک زنجیر سے منسلک رہے گا وہ کامیاب ہوگا اور جو اس زنجیر سے الگ ہوگا اور نیا راستہ اختیار کرے گا وہ رسوا اور برباد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھی راہ پر چلنا نصیب فرمائے۔

# فہرست مضامین

- ۱ اپنی بہنوں سے ..... مدیر ..... ۳
- ۲ حدیث کی روشنی میں ..... لمة اللہ تسنیم ..... ۴
- ۶ لیکن تیرے فرزند مجھے رہنے نہیں دیتے ..... مولانا الیاس علی القاسمی ..... ۶
- ۱۰ اخلاقی اقدار اور دین اسلام ..... مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ..... ۱۰
- ۱۲ علم کی حقیقی طلب کے چار بنیادی امور ..... مولانا محمد حذیفہ وستانوی ..... ۱۲
- ۱۸ بے حیائی عروج پر ذمہ دار کون؟ ..... مولانا اسرار الحق قاسمی ..... ۱۸
- ۲۱ اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار! ..... سید صباح الدین عبدالرحمن ..... ۲۱
- ۲۳ تربیت اولاد چند بنیادی امور ..... محمد قمر الزماں ندوی ..... ۲۳
- ۲۷ ہم ایک چراغ محبت جلانے جاتے ہیں ..... راسیہ نعیم ہاشمی ..... ۲۷
- ۳۰ یہ تیرے پر اسرار بندے! ..... یعقوب سرور ..... ۳۰
- ۳۲ ہے تجھے موت کا ڈر، ان کو خدا کا ڈر تھا! ..... مفتی محمد اعظم ندوی ..... ۳۲
- ۳۳ یہ قوم آگے کیوں نہیں بڑھتی؟ ..... قاضی محمد ریاض الدین ..... ۳۳
- ۳۷ ہدایت کس کیلئے؟ ..... ڈاکٹر سعید محمدی الدین علوی ..... ۳۷
- ۳۸-۴۰ کملاداس سے کملاثریا بننے تک ..... محترمہ طہ احسن ..... ۳۸-۴۰

# جنت دوزخ کی آبادی

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت اور دوزخ میں جھگڑا ہوا۔ دوزخ نے کہا مجھ میں سرکش اور مغرور ہیں۔ جنت نے کہا مجھ میں مسکین اور کمزور لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا۔ فرمایا جنت تو میری رحمت ہے۔ تیرے ذریعہ میں جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور دوزخ تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعہ جس پر چاہوں گا عذاب کروں گا اور تم دونوں کا بھرتا میرے ذمہ ہے۔ (مسلم)

دنیا میں وزنی، اللہ کے یہاں بے وزن

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن موٹا، لانا بڑا نکا آدمی آئے گا اور اس کا وزن اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر نہ ہوگا۔ (بخاری۔ مسلم)

ایک غریب حبشی کا خیال

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک حبشی عورت مسجد کی صفائی میں رہتی تھی یا جواں مرد تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ندیکھا تو لوگوں سے اس کے متعلق سوال کیا، لوگوں نے کہا اس کا انتقال ہو گیا، آپ نے فرمایا تم نے مجھے خبر کیوں نہ کی، گویا انہوں نے اس کو حقیر سمجھا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی قبر بتلاؤ۔ لوگوں نے پتہ دیا تو آپ نے اس پر نماز پڑھی، پھر فرمایا یہ قبریں اپنے رہنے والوں پر تاریکی سے بھری رہتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو میری نماز کی وجہ سے روشن کر دیتا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

اکثر جنتی

حضرت اسامہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا، اس میں اکثر داخل ہونے والے مسکین تھے اور دولت مند روک دئے گئے تھے لیکن دوزخ والوں کو آگ کا حکم دیا گیا۔ میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا، تو اکثر اس میں داخل ہونے والی عورتیں تھیں۔ (بخاری۔ مسلم)

تین بچوں نے ماں کی گود میں گفتگو کی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گہوارہ میں تین ہی نے گفتگو کی۔ حضرت عیسیٰ بن مریم نے اور اس بچہ نے جس کو جرجج کی طرف منسوب کرتے تھے اور جرجج کا قصہ یہ ہے کہ وہ ایک عابد آدمی تھے انہوں نے ایک عبادت گاہ بنا رکھی تھی، اس میں رہا کرتے تھے۔ ایک دن ان کی ماں آئیں، وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے ان کو آواز دی۔ جرجج نے کہا اے پروردگار کیا کروں ماں کو جواب دوں یا کہ نماز پڑھوں؟ وہ نماز پڑھتے ہی رہے ماں چلی گئیں۔ دوسرے روز پھر آئیں اور آواز دی، وہ پھر نماز میں تھے۔ انہوں نے کہا اے پروردگار ماں اور نماز کا مقابلہ ہے؟ وہ پھر نماز پڑھتے رہے۔ ماں نے کہا اے اللہ اس وقت تک اس کو نہ مار جب تک یہ بری عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے۔ ایک دن نبی اسرائیل جرجج اور ان کی عبادت کا ذکر کر رہے تھے۔ ایک عورت نے کہا (جس کی خوبصورتی ضرب المثل تھی) کہ اگر تم کہو تو میں ان کو قنتہ میں ڈال دوں؟ وہ ان کے پاس آئی۔ انہوں نے التفات نہ کیا۔ وہ ایک چرواہے کے پاس گئی جو جرجج کی عبادت گاہ میں رات کو رہا کرتا تھا وہ ملوث ہوا۔ جب اس کے لڑکا ہوا تو کہا یہ جرجج کا لڑکا ہے۔ لوگ جرجج کے پاس آئے اور ان کو عبادت گاہ پر سے اتارا اور اس کو منہدم کر دیا اور ان کو مارنا شروع کیا۔ انہوں نے کہا آخر کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا تم نے گناہ کیا ہے۔ انہوں نے

کہا بچہ کہاں ہے؟ لوگ اس کو لائے۔ انہوں نے کہا اچھا مجھے نماز پڑھ لینے دو۔ انہوں نے نماز پڑھی۔ نماز پڑھنے کے بعد بچہ کے پاس آئے اور اس کے پیٹ میں انگلی ماری اور کہا اے بچے تیرا باپ کون ہے؟ بچہ نے کہا فلاں چرواہا ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ لوگوں نے جرجج کے ہاتھ پاؤں چومنے شروع کئے اور تبرکات ان پر ہاتھ پھیرنے لگے اور کہنے لگے ہم تمہاری عبادت گاہ سونے کی تعمیر کریں گے۔ وہ بولے نہیں جیسے پہلے تھی ویسی ہی بنا دو۔

تیسرا بچہ جو گود میں بولا ایک عورت کا بچہ تھا، ماں بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ ایک سوار بڑے تزک و احتشام کے ساتھ ادھر سے گزرا۔ ماں نے اس کو دیکھ کر دعا کی، کہ خدایا میرا بچہ بھی اسی شان و شوکت کا ہو۔ بچہ دودھ چھوڑ کر سوار کو دیکھنے لگا اور کہنے لگا اے پروردگار مجھ کو اس جیسا نہ ہونے دینا۔ یہ کہہ کر بچہ پھر دودھ پینے لگا کچھ دیر کے بعد منظر سامنے آیا کہ لوگ ایک لونڈی کو طرح طرح کے جرائم کا الزام دیتے ہوئے اور اس کو بلاوجہ مارتے ہوئے ادھر سے گزرے۔ لونڈی صرف جسی اللہ نعم الوکیل کہتی رہی اور رضا بالقضا پر اس کا عمل رہا۔ بچے کی ماں نے یہ دیکھ کر دعا کی کہ پروردگار میرا بچہ ایسا نہ ہو۔ بچہ دودھ چھوڑ کر اس کو بھی دیکھنے لگا اور کہنے لگا اے اللہ مجھ کو اس لونڈی کی طرح بنانا۔ اب ماں بیٹا میں اس امر میں سوال جواب شروع ہوا۔ ماں نے کہا میں نے سوار اور اس کی

شان کو دیکھ کر جب دعا کی کہ میرا بچہ ایسا ہی ہو تو تو نے کہا کہ خدا مجھ کو اس جیسا نہ بنائے۔ اور اس لونڈی کو جو ذلیل و رسوا کی جا رہی تھی۔ میں نے دیکھ کر جب کہا کہ خدا تجھ کو ایسا حالت میں جتلا نہ کرے تو تو نے کہا کہ خدا مجھ کو ایسا ہی کرے۔ بچے نے جواب دیا کہ اے ماں، سوار ایک نہایت ہی متکبر اور ظالم شخص تھا اس لئے میں نے اس کی حالت اپنے لئے ناپسند کی۔ اور وہ لونڈی جس کو تم ذلیل سمجھتی تھیں حقیقت میں مظلومہ تھی اس لئے میں نے اس کے درجہ کی تمنا کی۔ (بخاری۔ مسلم)

غریب مسلمانوں کی فضیلت

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ ہم اور ابن مسعودؓ اور ہذیل کا ایک آدمی اور بلالؓ ان کے علاوہ دو آدمی جن کا نام میں بھول گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے قریش نے ہم لوگوں کو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ان لوگوں کو نکال دیجئے تاکہ یہ ہم پر جرات نہ کریں۔ اس بات کا آپ کے دل میں کچھ خیال گزرا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

وَلَا تَحْزُنُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَلَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ (انعام۔ ع ۶)

ترجمہ:- ان لوگوں کو نہ نکالو جو اپنے رب کو صبح اور شام پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ (مسلم)

## غریبوں کی دل شکنی

حضرت عمرو بن عاتقؓ مزی سے روایت ہے (یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بیعت رضوان کی تھی) کہ سلمان صہیبؓ اور بلالؓ اور کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ ابو سفیانؓ ادھر سے گزرے تو ان لوگوں نے کہا ابھی تک اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمنوں میں اپنا اثر نہیں کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا تم قریش کے سردار اور بزرگ کے متعلق ایسی باتیں کہتے ہو۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اپنی کئی ہوئی بات کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا اے ابو بکر تم نے شاید ان کو ناراض کر دیا ہے تو البتہ تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔ حضرت ابو بکرؓ ان لوگوں کے پاس آئے اور کہا اے بھائیوں میری بات نے تم کو ناراض کر دیا۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اللہ تم کو بخشے اے میرے بھائی۔ (مسلم)

یتیم کی کفالت

حضرت ہبل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یتیم کی کفالت کرنے والا اور میں جنت میں اس طرح ہوں گے کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی میں کچھ فرق رکھ کر بتایا کہ اس طرح۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یتیم کی کفالت کرنے والا خواہ اس کا ہوا دوسرے کا ہو، وہ اور میں جنت میں اس طرح ہوں گے روادی نے کلمہ کی انگلی ملا کر بتایا کہ اس طرح اور وہ روادی مالک بن انس تھے۔ (مسلم)

# لیکن تیرے فرزند مجھے رہنے نہیں دیتے

## شکاگو۔ امریکہ

بندوں کو جہنم کے اونٹ برابر شعلوں سے بچانا چاہتا ہے وہی اس معصوم و محبوب و مغموم نبی کو مصائب کے شعلوں میں ڈھکیل رہا ہے۔ حدیث کے مطابق: یصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبی صدرہ ازید کازید الدحیٰ من البکاء صلی اللہ علیہ وسلم (منتخب احادیث من ابی داؤد) نماز کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے رونے کی آواز سانس رکنے کی جو مسلسل ایسی آتی تھی جیسے چکی کی آواز ہوتی ہے۔ یہ انسانیت کا غم نہیں تھا تو پھر کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مکہ کا یہ طوفان جارحیت تہمتا نظر نہیں آتا، یہ جہنم سے بے خوف ہیں اور دوسروں کے لیے سدراہ بھی۔ ادھر آپ کی دعوت کا میدان وسیع ہوتا ہوا مکہ سے منیٰ تک پہنچ چکا تھا۔ نبوت کے تیرہویں سال مدینہ کے نو مسلموں سے قریب ہی ایک گھاٹی میں (عقبہ) خفیہ میٹنگ طے پائی۔ نو مسلموں نے شرف صحابیت حاصل کی۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ امیر جماعت تھے۔ مستقبل کے لیے ہدایات

جو لوگ اپنی دنیوی ضرورت و راحت کے اپنے معصوم بچوں اور گھر والوں کو چھوڑ کر ہزاروں میل دور سفر کر کے جاتے ہیں انہیں خوب اندازہ ہے کہ ان کے الوداعی لمحات کیسے نمگین اور ان کی آنکھیں کیسی اشکبار ہوتی ہیں، لگتا ہے ایک قیدی پایہ زنجیر جیل کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔ فطری طور پر آدمی کو اپنے وطن سے محبت ہوتی ہے، معاشی مجبوریوں سے آزاد جیل کی طرف ڈھکیل دیتی ہے، حالانکہ اسے معلوم ہے اس کی فرقت کے نتیجے میں جمہور پڑی محل میں بدل جائے گی۔ جہالت کے لٹوؤں کے بجائے بچوں کے ہاتھوں میں ڈاکٹریٹ اور انجینئرنگ کی ڈگریاں ہوں گی۔ اس کے باوجود الوداعی ماحول سوگوار بن جاتا ہے اور ادھر حالت یہ ہے کہ خود ہم وطن دشمن، راستہ پر خطر، اور دشمن متحدہ طور پر پیچھا کر رہا ہے، وہ ہتھیاروں سے لیس اور خود بے ہتھیار اپنے وطن میں اجنبی، ہاں! البتہ اسلحہ اگر تھا تو توکل کا اسلحہ تھا، المناک داستان ہجرت، کریناک روئیداد سفر، وہ نبی اللہ کہ جن

ملیں، انصار مدینہ نے ان کے مدینہ کو تشریف لا کر منورہ بنانے کی خواہش کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ والوں کی سختیوں کی وجہ سے بے چین رہتے تھے کہ اپنے مرکز دعوت کو کسی پر امن اور معاون کمیونٹی میں منتقل کرنا چاہئے۔ نصرت کی درخواستیں اور بھی آچکی تھیں لیکن قبول نہیں ہوئیں۔ عباس بن عبد المطلب ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن اسلام کے حامی پر جوش تھے۔ انہوں نے مدنی مسلمانوں سے کہا کہ اگر تم اتنے مضبوط اور جنگ و جدال کے ماہر ہو اور عربوں کی دشمنی بھگتتے کے لیے مستقل مزاج ہو تو بتاؤ اس لیے کہ انہیں خونریز جنگوں کو دعوت دینا ہے۔ مدنی مسلمانوں کی طرف سے پر جوش جواب پانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کو مکہ سے مدینہ ہجرت کی اجازت دے دی۔ ادھر سیدنا صدیق اکبر بھی اجازت مانگ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ انتظار کرو، اس طرح ایام حج کے بعد دعوتی پروگرام اور آئندہ کی پلاننگ اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہجرت بھی شروع ہوگئی۔ اس کی مستقل تفصیل حیاۃ الصحابہ میں موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بے چین تھے مگر اذن الہی کے بغیر ہجرت ناممکن تھی، مگر غیبی اشاروں سے آپ مطمئن تھے۔ دوسری جانب قانون قدرت کے

مطابق شیطان کی بھی متوازی محنتیں جاری تھیں۔ چنانچہ کتب سیرت میں لکھا ہے کہ حج کے بعد جب مسلمانوں کی خفیہ میٹنگ اور پلاننگ ہو رہی تھی تو شیطان بھی قریب میں کہیں بیٹھ کر مسلمانوں کے پروگرام کو بیٹھ کر نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے مکمل رپورٹ سرداران قریش کو پیش کر دی۔ اب منادی قریش میں بڑی حرکت لآراء مجلسیں ہونے لگیں، یہاں تک کہ دارلندوہ کی فائل میٹنگ طے پاگئی۔ عداوت کے سمندر میں پر شور موجیں اٹھ رہی تھیں۔ سب اس ذہن کے ساتھ شریک ہو رہے تھے کہ اب سورج کی شعاعوں کو پردہ پوش کرنے کی کوشش کے بجائے سورج کو ہی غروب کر دیا جائے۔ شرک و بت پرستی کے سیاہ متعفن بادل ہی میں ہماری سانس نارمل چلتی ہے۔ یہاں بھی بڑی حرکت لآراء مجلسیں گرم رہیں۔ ایک باریش بزرگ انٹرنس پر کھڑے نظر آئے، شرکاء نے تحقیق چاہی تو موصوف نے اپنا تعارف کرایا کہ میں شیخ نجدی ہوں، اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں بھی مفید مشورہ دے سکوں۔ اہلاً و سہلاً کے بعد اس پوری میٹنگ کے اختتام پر یہ رائے ابو جہل لعنت اللہ نے دی کہ تمام قبائل سے ایک ایک آدمی مل کر ایک ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حملہ کریں گے، تو عبد مناف سارے قبائل سے تو دشمنی نہیں مول لیں گے۔ البتہ سب مل کر جرمانہ نصیرا۔

یہاں روایات مختلف ہو جاتی ہیں، حضرت مولانا شبلی نعمانی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت صدیق اکبر کے مکان پر تشریف آوری کا وقت دوپہر بتاتے ہیں، لیکن ابن کثیر نے ابن اسحاق کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے روز صبح صادق سے بہت پہلے صدیق اکبر کی گھر پر تشریف لائے جب کہ بہت اندھیرا تھا۔ اوپر اپنے گھر سے نکلنے کا وقت بھی شب بھی بتایا گیا۔ اس لحاظ سے صبح صادق کا وقت ہی صحیح نظر آتا ہے۔ خیر ترتیب مقصود نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر سے ہجرت کی اجازت کے لئے خود صدیق اکبر کے انتخاب الہی کا بھی ذکر کر دیا۔ مولانا شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن اویظ باجرت گائیڈ کی رہبری میں یہ مبارک سفر شروع ہوا۔ سب کو سوتا چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ کعبہ کو دیکھا اور فرمایا کہ مکہ! تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھے رہنے نہیں دیتے۔ آسمان بھی اس دلدوز منظر پر رویا ہوگا۔ زمین بھی دہل گئی ہوگی، فضا میں بھی مغموم ہو گئیں ہوں گی۔ مبارک سفر شروع ہوا۔ کفر کی قیادت نے سنا تو بی بی بڑھ گیا۔ اللہ کے محبوب کی گرفتاری پر سواؤنٹوں کا اعلان ہوا، سراقہ بن مالک کی رگ حرص پھڑک اٹھی،

خفیہ تعاقب کا آغاز کیا تاکہ انعام میں کوئی پارٹنر نہ بن جائے، اسے بالکل خبر نہیں تھی کہ وہ کس آفتاب کا پیچھا کرنے جا رہا ہے۔ تین دفعہ اپنی گھوڑی سے گرا، تیسری دفعہ گھوڑی پیٹ تک زمین میں جھنس گئی، عقل ٹھکانے لگی، دہشت بیٹھ گئی تو امن کا طالب ہوا۔

عامر بن فہرہ یا سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے کسی چیز پر امن نامہ لکھ کر اس کی طرف ڈال دیا اور اب پتھر کا جواب پھول سے دیا جا رہا ہے۔ اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیف بك اذا لبست سواری کسریٰ سراقہ! ایران کے بادشاہ کسریٰ کے نگن جب تم پہنو تو تمہاری کیا شان ہوگی۔ (فتح مدائن کے بعد مال غنیمت میں کنگن بھی آئے، امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ نے وہ کنگن انہیں دے دیئے، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمن کوئی صحیح ہوگئی۔ بلاشبہ اللہ نے ہی اپنا نام عنود و کریم رکھا ہے، اللہ پاک کے عنود و کرم کے سمندر کا کوئی ساحل نہیں ہے۔ حضرت کامل شیطاری نے کیا خوب کہا ہے:

ان کے انداز کرم اور ہوا کرتے ہیں دل بڑھانا ہو تو دل توڑ دیا کرتے ہیں ان کی دین کسی آئین کی پابند نہیں چاہتے ہیں تو خطاؤں پر عطا کرتے ہیں نصرت الہی کا حیرت انگیز ظہور:

دشمنوں کے تعاقب کا احساس جب شدید ہونے لگا تو مکہ سے تین میل کے

فاصلے پر غار ثور کو اپنی پناہ گاہ بنایا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے غار کی صفائی کی، عامر بن فہرہ وقتاً فوقتاً خفیہ طریقہ سے کھانے کا انتظام کر دیا کرتے۔ بعض کتب میں حضرت اسماءؓ کا نام بھی کھانا پہنچانے والوں میں آتا ہے۔ ظلم کی شب کا سخت تاریک ہو جانا، مظلوم کے لیے نصرت کی فجر کا اعلان ہوتا ہے اور ظلم کے خیمے اکھڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ حالات صرف آزمائشی تھے۔ درحقیقت محبوب کی محبوبیت میں اضافہ کرنا تھا ورنہ تو ایک عام انسان بھی اپنے محبوب کو دشمن کے حوالے نہیں کرتا چہ جائیکہ ارحم الراحمین۔

سیرت حلیہ ابن کثیر اور دوسری کتب سیرت میں لکھا ہے کہ گھبراہٹ کی وجہ سے سیدنا صدیق اکبرؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! دشمن کی آہٹ محسوس ہو رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ما ظنک بائینین اللہ ثالثہما ان دونوں کے متعلق تمہارا خیال کیا ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے اور قرآن نے یہ جواب نقل فرمایا ہے کہ لا تحزن ان اللہ معنا (گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے) لکھا ہے کہ اسی حالت میں سیدنا صدیق اکبرؓ نے غار ہی میں ایک طرف دیکھا تو ایک لامتناہی سمندر نظر آیا جس کے ساحل پر کشتی کھڑی نظر آئی۔ گویا اللہ پاک

نے ہمت افزائی کے لیے یہ خوش منظر بھی دکھایا۔ ادھر غار کے اوپر حافظ کائنات نے دفاع کا شہابی نظام بھی چلا دیا۔ مگڑی نے اپنی ٹیکنالوجی سے غار کے منہ پر اپنا قلعہ تعمیر کر لیا، بظاہر وہ اوہن البیوت (سب سے کمزور گھر) تھا، لیکن یہ مگڑی کا جالا ہی مستقبل میں اسلامی قلعوں کے لیے بنیاد بنا کیوں کہ وہ عام جالانہ تھا بلکہ اس جالے میں اللہ کی طاقت مخفی تھی۔ نیز اللہ جال شانہ کے حکم سے غار کے منہ کے پاس ایک ببول کا درخت بھی اگ آیا تھا اور اللہ پاک نے جنگلی کبوتروں کو بھیج دیا تھا۔ ان تینوں نصرتوں نے مل کر غار کے پاس ایک ویرانے سا منظر تیار کر دیا۔ اس ویرانے منظر نے ان کے دماغ کو بھی ویران کر دیا۔ اب تک دل اور آنکھیں اندھی تھیں، اب دماغ بھی اندھا ہو گیا اور واللہ خیر الملکین کا ظہور ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک کی یہ طاقتیں اور صفات ابھی بھی اسی طرح ہیں جیسی ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گی۔ ان کے خزانوں سے لینے کا طریقہ صرف نبوی طریقہ ہے۔ جب آدمی اللہ کے لئے ہجرت کرتا ہے تو ہجرت کا آغاز مسائل و مصائب کی تاریکیوں میں ہی کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اتنا ہی آزماتا ہے جتنی وہ طاقت رکھتا ہے پھر نصرتوں کی شعاعیں اس کی تنگ جھونپڑی میں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔

اللہ کے راستے میں نکلنے کے بعد مصائب کی بجلیاں جب کڑکتی ہیں تو بندہ دل سے اللہ کو پکارتا ہے۔ اس کی تڑپ اور پکار پر نصرت الہی دست بوسی کے لیے حاضر ہو جاتی ہے۔ دین کی محبت کے لیے قانون قدرت یہی ہے۔ عیش آرام کے ماحول میں دین پھیلتا تو اللہ پاک اپنے محبوب کو محبوب وطن سے رات کی تاریکی میں ترک وطن نہ کرواتے۔ حضرت مولانا عمر پالنپوری علیہ الرحمہ اپنے بیان میں یہ جملہ بار بار دہراتے ہیں **المجاهدة ثم المشاهدة** پہلے مجاہدہ کرو پھر نصرت الہی کا مشاہدہ کرو۔ نہ صرف یہ بلکہ مہاجرین فی سبیل اللہ کی خدمت و نصرت کرنے والوں پر بھی اللہ پاک کی طرف سے برکتوں کی بارش ہوتی ہے۔

النبی الخاتم میں حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی علیہ الرحمہ غار ثور پر ویرانہ کی تیاری میں حصہ لینے والے کبوتروں کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے ان کبوتروں پر یہ کرم فرمایا کہ آج جو کبوتر حرم شریف کی زینت بنے ہوئے ہیں، وہ انہیں کبوتروں کی نسل ہے۔ آج سیرت کی کتابوں سے صحیح استفادہ یہی ہے کہ اللہ کے خزانوں سے لینے کا طریقہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے معلوم کر کے اس پر عمل کیا جائے۔ آج اس امت کی غیرت رفعت، اسلام کی حفاظت و اشاعت نبوی طریقوں میں ہی مخفی ہے۔ بٹن دہانے

سے دوسرے ملک کا نمبر تو لگ جاتا ہے، مگر علی گڑھ کا تال نہیں کھل سکتا۔ اس کے لئے تو اس تالے کی کنجی چاہئے، آج بھی یہ امت باران رحمت، رحمت الہی کا مشاہدہ کرنا چاہے تو وہی نبوی طریقہ ہے۔ دعوت، ہجرت نصرت، دعاء، فضاؤں میں دو بادل نظر آتے ہے، ایک قریب میں سیاہ ہوتا ہے۔ یہ دراصل مختلف گاڑیوں کا دھواں اور دھول وغیرہ کا مجموعہ ہوتا ہے۔ آدمی جب تک اس میں رہتا ہے اسی سے متاثر اور مریض ہوتا ہے لیکن اس کا پلین جب اوپر کھلی فضاء میں پہنچتا ہے تو وہاں پانی کے صاف بادل نظر آتے ہیں اسی طرح کھلی فضاء میں آدمی دینی محنتوں کا مطالعہ کرے تو تبلیغ و دعوت کے نام سے چلنے والی محنت عالم میں ابر رحمت نظر آئے گی۔

اس تبلیغ کی محنت نے دنیا کے کسی حصہ کو نہیں چھوڑا، امریکہ و یورپ کی یونیورسٹیز میں اس کی برکت سے عماموں کا پر نور ماحول اور برقعوں کی عقیف فضا میں دیکھ کر روحانی سکون ملتا ہے۔ ماشاء اللہ اس محنت کی برکت سے دینی ماحول میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، خاص طور پر شکاگو پر اللہ کا بڑا فضل و کرم ہے کہ تیزی سے دینی ماحول بنتا جا رہا ہے۔ اس سے ہماری غرض کسی کی تنقیص ہرگز نہیں۔ اللہ کے یہاں رشتے داری نہیں ہے اور جس سے چاہے کام لے، صرف یہ بات نظر آتی ہے

کہ جس شاہراہ سے منزل پر کوئی پہنچ سکتا ہے وہ نبوی شاہراہ ہی ہے۔ تبلیغی محنت اس شاہراہ پر نظر آتی ہے۔ لیکن مدارس سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ تبلیغی محنت اگر ابر رحمت ہے تو مدارس آثار رحمت ہیں، مشائخ حق کی خانقاہیں بھی آثار رحمت ہیں جب تک کہ ان میں بدعات خرافات و اغراض نہ ہوں اور دوسری جماعتوں کی دعوتی سرگرمیاں بھی۔

جب جاگو تبھی سویرا  
☆☆☆

## ایک عورت کا حسن انتخاب

حجاج کے دربار میں ایک مقدمہ آیا، جس میں تین آدمی تھے۔ حجاج نے ان تینوں کو قتل کا حکم دیا، ایک خاتون بھی ساتھ تھی، اس نے کہا چھوڑ دے، تیری بڑی مہربانی ہوگی۔ حجاج کہنے لگا تینوں میں سے ایک جن لے (اس ایک کو چھوڑ دوں گا باقی دو کو قتل کر دوں گا) ایک بیٹا تھا، ایک خاوند تھا، ایک بھائی تھا۔ عورت نے کہا: خاوند دوسرا بھی مل جائے گا، بچے اور بھی پیدا ہو جائیں گے، میرے ماں باپ مر گئے، بھائی اب کوئی نہیں ملے گا، میرا بھائی چھوڑ دے باقی سب کو قتل کر دے۔ حجاج نے کہا: میں تیرے حسن انتخاب پر تینوں کو چھوڑتا ہوں۔

## اخلاقی اقدار اور دین اسلام

اسلامی زندگی کا امتیاز دراصل ان اخلاقی قدروں سے ہے جن کی بدولت انسان کو اشرف المخلوقات کے خطاب سے نوازا گیا، آپ تھوڑی دیر کے لیے اپنی زندگی کو اخلاق کے اس بے مثال جوہر سے الگ کر دیجئے اور دیکھیں کہ آپ میں اور جانوروں میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے، فرض کیجئے کہ آپ لوگوں کی عزت پر حملہ کرنے لگیں اور ان کے جان و مال کے لیے خطرہ بن جائیں اور لوگ آپ سے ڈرنے اور بھاگنے لگیں تو آپ کو دنیا کن الفاظ سے یاد کرے گی، اور آپ میں اور بلند اخلاق انسان میں کیا نسبت باقی رہ جائے گی۔

اخلاقی قدروں ہی کے طفیل انسان ایک عظیم شخصیت بنتا ہے اور عظمت و بلندی کا تاج اس کے سر پر جلوہ آ رہا ہوتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ جس ذات نے انسان کو پیدا کیا ہے اسی نے اخلاقی قدروں کو بھی انسانیت کی سر بلندی کا زیور بنا کر نازل کیا ہے اور انسان روز اول سے اخلاقی قدروں کے ساتھ وابستہ ہے اور دونوں میں لازم و ملزوم کا رشتہ ہے، نبی اسلام کا امتیازی وصف سب سے بڑی آسمانی کتاب قرآن میں بتایا گیا ہے کہ

والدین پر، بیوی کا شوہر پر اور شوہر کا بیوی پر، پڑوسی کے حقوق پڑوسی پر، دوست کا حق دوست پر گھر کے اندر کی زندگی میں حقوق کی حدیں مقرر ہوئی، باہر کی زندگی میں معاملات کی تفصیلات واضح کی گئی، اسی کے ساتھ زبان کی برائیوں، دل کی بدگمانیوں، نظریں کو تباہیوں اور دورنگی کی مصیبتوں سے آشنا کیا گیا، جھوٹ، غیبت، حسد، بدگمانی، دل کے کھوٹ اور دوسروں کو حقیر سمجھنے اور غرور گھمنڈ کی لعنتوں سے روکا گیا۔

نبی اسلام نے ۲۳ سال تک محنت کرنے اور زندگی و سماج کی برائیوں کا خاتمہ کر دینے کے بعد ایک نمونہ کی سوسائٹی قائم فرما کر دنیا کو اخلاقی قدروں کی اہمیت سے آشنا کر دیا تھا، لیکن انہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو عظیم الشان تقریر فرمائی اس میں بار بار ان اخلاقی قدروں پر کار بند رہنے اور ان کو زندگی میں نافذ کرنے پر زور دیا۔

اے لوگو! جس طرح آج کے دن کی، اس مہینہ اور اس شہر کی عزت کرتے ہو اسی طرح ایک دوسرے کے جان و مال کی عزت کرو اور اس کو اپنے اوپر حرام سمجھو، دوسروں پر ظلم نہ کرو، خبردار! میرے بعد تم لوگ سچائی کے راستے سے بھٹک نہ جانا، آپس میں خون خرابہ نہ کرنا، عورتوں کے ساتھ شفقت و نرمی سے پیش آنا غلاموں سے اچھا سلوک کرنا، غذا اور لباس میں ان کے ساتھ کسی قسم کی تفریق نہ برتنا، ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو معاف کر دینا، اے لوگو! جو کام کرو سچے

دل سے کرو، آپس میں خیر خواہی کا جذبہ رکھو اور یکتا و اتحاد کی راہ سے ہرگز نہ بھٹکو، دیکھنے میں تو یہ ایک مختصر سی نصیحت ہے لیکن اس میں اخلاقی تعلیمات کا ایک سمندر موجزن ہے اور دنیا نے بار بار تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے کہ ان اخلاقی تعلیمات میں زندگی کی خوشیوں اور دنیا میں امن و خوشحالی کا راز مضمر ہے، جب بھی انسانوں نے ان تعلیمات کو سینے سے لگایا اور اندر و باہر کی زندگی میں انفرادی و اجتماعی میدانوں میں ان پر عمل درآمد شروع ہوا تو انسانی معاشرہ امن و خوشحالی کی نعمتوں سے سرفراز ہوا، آدم کی اولاد نے سکون و مسرت کی عظیم وسعتوں میں زندگی بسر کی اور دنیا کو جنت نشان بنایا۔

اخلاقی قدریں جب بھی انسانی زندگی پر اثر انداز ہوئیں اور انسانوں نے اخلاقی اصولوں کو اغراض اور ذاتی مفاد پر مقدم رکھا اس وقت ایک نمونے کا معاشرہ وجود میں آیا یا کم از کم اس معاشرہ کے افراد کو زندگی میں امن و استحکام نصیب ہوا، اگر آج کے معاشرہ میں بھی ہم اپنے آپ کو بھول کر دوسروں کو یاد رکھیں، یا بالفاظ دیگر کچھ باتوں کو بھول کر کچھ باتوں کو یاد رکھیں تو بڑی حد تک معاشرہ اصلاح پذیر ہو سکتا ہے اور زندگی میں بے چینی اور بے یقینی کی کیفیت کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

عائد ہوتے ہیں تو نمونے کی سوسائٹی قائم کرنے میں ہم بہت بڑا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ عمر کی بڑائی، علم و فضل کی بلندی، آباء و اجداد کی عزت اور خاندان کی عظمت و اہمیت کو بھول کر اگر ہم یاد رکھیں کہ تکبر انسان کو ذلیل کرتا ہے، خاندان اور اپنے بزرگوں کی عظمت پر بھروسہ کرنے والا انسان کبھی کامیابی کی منزل تک نہیں پہنچ پاتا، تو سماج کی اکثر برائیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے، اسی طرح اگر ہم یہ بھول جائیں کہ ”ہم بہت کچھ ہیں اور یہ یاد رکھیں کہ ”ہم کچھ نہیں تھے“ تو بہت سی انفرادی اور اجتماعی خرابیاں معاشرہ کے اندر سے دور ہو سکتی ہیں۔

ہم کو یاد رکھنا چاہئے کہ حسد ایک لعنت ہے، ظلم ایک گھناؤنی شکل ہے طاقت اور برتری کی، غیبت معاشرے کا سب سے بڑا روگ ہے۔ اسی کے ساتھ ہم کو ان برائیوں کے ختم کرنے کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کو بھی یاد رکھنا چاہئے تاکہ ظلم کو ہر قیمت پر روک سکیں، جھوٹ پر ہر حال میں پابندی لگا سکیں، حسد غیبت، بد زبانی، بد خوئی اور دورنگی کی پالیسی کو ہر طرح سے مٹا سکیں۔

مصیبت میں کس طرح ہاتھ بٹانا ہوگا اور اگر وہ طاقتور اور مالدار ہے تو ہمیں کس طرح اس سے معاملہ کرنا ضروری ہوگا، اسی طرح ہمیں یاد رکھنا ہو چاہئے کہ اپنی ذاتی مصروفیات اور مادی مشاغل سے وقت نکال کر ہم اپنے خدا کی طرف بھی متوجہ ہوں اور اسی کے حقوق کو ادا کرنے کے لیے اپنی جان اور اپنے مال کی کسی حد تک قربانی دیں، ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ اس کی دی ہوئی دولت میں اس کے کمزور اور غریب بندوں کا بھی حق ہے اور اس کی بخشی ہوئی صحت و طاقت سے کمزوروں کو سہارا دینے اور اس کی راہ میں کچھ ٹھکنے اور وقت نکالنے کی بھی ذمہ داری ہم پر ہے۔

اگر حقیقت میں نظروں سے آج کے بگڑے ہوئے معاشرہ کا جائزہ لیا جائے تو اس بگاڑ کا اصل سبب ہم کو یہی نظر آئے گا کہ اخلاقیات کے فطری عمل کو ہم نے روک دیا، اور ان قدروں کو جو زندگی کو امن و خوشحالی کی ضمانت دیتی ہیں، ہم نے اغراض و مفاد کے محدود دائرے میں محصور کر دیا ہے، جہاں ہماری اپنی غرض ہو اور اپنا مفاد پیش نظر ہو وہاں ہم دوسروں کو ان اخلاقی قدروں کو سختی سے پابند دیکھنا چاہتے ہیں، اور جب دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے ان پر خود عمل درآمد کا وقت آئے تو ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم کہاں تک حسن اخلاق کے پابند ہیں اور زندگی میں کس حد تک اخلاقی قدروں کو نافذ کرتے ہیں۔

## علم کی حقیقی طلب کے چار بنیادی امور

اخلاص و لئیت، مسلسل محنت، بلند ہمتی، ادب و احترام

اللہ کی صفات میں سے ایک صفت علم ہے، اللہ کی ذات ازیلی تو اس کی صفت بھی ازیلی، اس کا کچھ حصہ اللہ نے مخلوق کو عطا کیا اور اس میں انسان کو برتر رکھا، بعض حضرات کی تحقیق کے یہ موجب صفت علم انسان کو متصف کرنے کی غرض عمدہ صفات، حسن اخلاق اور سیرت اور کردار میں خوبی اور بہتری پیدا کرتا ہے، اللہ رب العزت کی ذات، تمام صفات حمیدہ کو جامع ہے، اس لیے کہ اس کا علم ”علم محیط“ ہے اللہ نے اپنی صفت کا پرتو انسان میں اسی لیے رکھا، تاکہ

تخلفوا باخلاق اللہ والی حدیث پر عمل درآمد ہو سکے اور بندہ اپنے اندر بھی کمال پیدا کرے، حضرت آدم علیہ السلام کو جو برتری اور خصوصیت دی گئی اس کی وجہ بھی تو علم ہے لہذا علم کا تقاضہ یہ ہے کہ جتنا علم ہو انسان اتنا ہی بااخلاق ہو، حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو اللہ نے ”علم وحی“ سے نوازا تو ساری انسانیت کے لیے نمونہ ثابت ہوئے۔

حضرات صحابہ بھی جب علم الہی اور علم نبوت سے سرشار ہوئے تو ان کی زندگیوں میں عجیب انقلاب برپا ہو گیا اور وہ بھی رہتی

دنیا تک کے انسانوں کے لیے اسوہ بن گئے، معلوم ہوا علم دین اپنے اندر انقلابی تاثیر رکھتا ہے، مگر آج کل ہم دیکھ رہے ہیں ہمارے اہل علم حضرات بھی انتہائی نازک حالات کے شکار ہیں تو آئیے! ہم معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ اس بدترین صورت حال کے اسباب و علل کیا ہیں؟

تعلیم کی موجودہ اہتر حالات کا ذمہ دار صرف کسی ایک طبقہ کو نہیں قرار دیا جاسکتا، بلکہ امت کا اجتماعی و انفرادی طور پر ہر طبقہ اس کا ذمہ دار ہے۔ مگر زیادہ ذمہ دار طلبہ ہیں، لہذا ہم چوں کہ انہی سے مخاطب ہیں اس لیے انہی کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہیں گے۔

اخلاص و للہیت

آگے بڑھنے سے پہلے ہم چند سوالات جو ذہن میں گردش کرتے رہتے ہیں، ان کی نشاندہی کرتے ہیں سب سے پہلے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انحطاط علمی کا سبب کیا ہے؟ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ طلبہ کیوں محنت نہیں کرتے؟ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کیوں زندگی میں علم پر عمل نہیں؟ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ

طلبہ و علماء کو کیوں آخرت کی فکر اور امت کا درد نہیں اور کیا ان سوالات کے جوابات ممکن ہیں تو آئیے! پہلے ہم اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔

ہمیں سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ یہ دنیا دار الاسباب ہے اور اللہ کی ذات مسبب الاسباب ہے، لہذا ہمارا یہ کہنا کہ اب قیامت قریب آگئی، حالات ایسے بدل گئے ہیں، اب محنت کر کے کوئی فائدہ نہیں اس بات کو ذہن سے نکال دینا چاہئے، اور اسباب کی طرف توجہ دینی چاہئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ (ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین) اللہ اخلاص کے ساتھ محنت کرنے والوں کی محنت ضائع نہیں کرتے۔

اب ذرا غور کیجئے ”محسنین“ کا لفظ استعمال کیا، ”مجتہدین“ یا عالین“ نہیں کہا یا ”مختبرین“ یا ساعین“ یا شاعین“ کا لفظ استعمال نہیں کیا، آخر کیوں؟ اس لیے کہ یہ تمام الفاظ کسی ایک حقیقت اور معنی کی طرف اشارہ کرتے ہیں جب کہ احسان“ کا لفظ انتہائی معنی خیز اور جامع و مانع ہے کیوں کہ احسان کے لغوی معنی تو خوب اچھا کرنا ہے اور خوب اچھا کرنے کے لیے جدوجہد، سعی عمل، مشغل، سب ضروری ہے، اصطلاح شرع میں احسان“ کہتے ہیں اخلاص اور للہیت کو اب محسنین کا معنی ہوا ”خوب جدوجہد اور سعی و عہد کے ساتھ محض اللہ کے لیے

کرنے والے۔

اب آئیے! ہم اپنے طالب علمانہ کردار پر ایک نظر ڈالیں اور فیصلہ کریں، کیا واقعتاً ہم محسنین ہیں؟ کیا ہم محنت اور جدوجہد اور سعی و عہد میں لگے ہوئے ہیں؟ کیا ہمارے اندر اخلاص و للہیت ہے؟ تو جواب نفی میں ہوگا۔ اولاً تو اکثر و بیشتر طلبہ میں محنت اور لگن کا جذبہ نہیں اور کچھ میں ہے تو عام طور پر محنت کے ساتھ جو مطلوبہ صفات ہیں وہ نہیں یعنی اخلاص، تواضع، ادب، حسن اخلاق، معصیت سے دوری وغیرہ۔

لہذا طلبہ سے لجاجت کے ساتھ گزارش ہے کہ اللہ کے واسطے سستی اور غفلت کو پس پشت ڈال کر خوب لگن اور محنت سے تحصیل علم میں لگ جائیں، تاکہ دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہو سکے، ساتھ تکبر سے حسد سے کذب بیانی سے سوئے اخلاق سے بے ادبی سے چاہے کتاب کی ہو، چاہے استاد کی، چاہے درس گاہ کی ہو، چاہے ادارہ کی، اس سے مکمل اجتناب کریں۔

حاصل یہ کہ سب سے پہلے ضرورت ہے اخلاص اور للہیت کو پیدا کرنے کی ”انما الاعمال بالنیات“ جب ہم یہ نیت کریں گے کہ اللہ کی رضا کے لیے علم حاصل کرنا ہے تو محنت کی توفیق کے راستے من جانب اللہ کھل جائیں گے، ہم آغاز سال میں یہ نیت کر لیں کہ ”اے اللہ! ہمارے یہاں آنے کا مقصد علم کو حاصل کر کے اس پر عمل کرنا اور تیری ذات اقدس کو راضی کرنا ہے۔“

اب آئیے! ہم اپنے طالب علمانہ کردار پر ایک نظر ڈالیں اور فیصلہ کریں، کیا واقعتاً ہم محسنین ہیں؟ کیا ہم محنت اور جدوجہد اور سعی و عہد میں لگے ہوئے ہیں؟ کیا ہمارے اندر اخلاص و للہیت ہے؟ تو جواب نفی میں ہوگا۔ اولاً تو اکثر و بیشتر طلبہ میں محنت اور لگن کا جذبہ نہیں اور کچھ میں ہے تو عام طور پر محنت کے ساتھ جو مطلوبہ صفات ہیں وہ نہیں یعنی اخلاص، تواضع، ادب، حسن اخلاق، معصیت سے دوری وغیرہ۔

لہذا طلبہ سے لجاجت کے ساتھ گزارش ہے کہ اللہ کے واسطے سستی اور غفلت کو پس پشت ڈال کر خوب لگن اور محنت سے تحصیل علم میں لگ جائیں، تاکہ دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہو سکے، ساتھ تکبر سے حسد سے کذب بیانی سے سوئے اخلاق سے بے ادبی سے چاہے کتاب کی ہو، چاہے استاد کی، چاہے درس گاہ کی ہو، چاہے ادارہ کی، اس سے مکمل اجتناب کریں۔

حاصل یہ کہ سب سے پہلے ضرورت ہے اخلاص اور للہیت کو پیدا کرنے کی ”انما الاعمال بالنیات“ جب ہم یہ نیت کریں گے کہ اللہ کی رضا کے لیے علم حاصل کرنا ہے تو محنت کی توفیق کے راستے من جانب اللہ کھل جائیں گے، ہم آغاز سال میں یہ نیت کر لیں کہ ”اے اللہ! ہمارے یہاں آنے کا مقصد علم کو حاصل کر کے اس پر عمل کرنا اور تیری ذات اقدس کو راضی کرنا ہے۔“

اب آئیے! ہم اپنے طالب علمانہ کردار پر ایک نظر ڈالیں اور فیصلہ کریں، کیا واقعتاً ہم محسنین ہیں؟ کیا ہم محنت اور جدوجہد اور سعی و عہد میں لگے ہوئے ہیں؟ کیا ہمارے اندر اخلاص و للہیت ہے؟ تو جواب نفی میں ہوگا۔ اولاً تو اکثر و بیشتر طلبہ میں محنت اور لگن کا جذبہ نہیں اور کچھ میں ہے تو عام طور پر محنت کے ساتھ جو مطلوبہ صفات ہیں وہ نہیں یعنی اخلاص، تواضع، ادب، حسن اخلاق، معصیت سے دوری وغیرہ۔

لہذا طلبہ سے لجاجت کے ساتھ گزارش ہے کہ اللہ کے واسطے سستی اور غفلت کو پس پشت ڈال کر خوب لگن اور محنت سے تحصیل علم میں لگ جائیں، تاکہ دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہو سکے، ساتھ تکبر سے حسد سے کذب بیانی سے سوئے اخلاق سے بے ادبی سے چاہے کتاب کی ہو، چاہے استاد کی، چاہے درس گاہ کی ہو، چاہے ادارہ کی، اس سے مکمل اجتناب کریں۔

## مسلسل محنت

عزیز طلبہ! کیا آپ نے صحابہ کے حالات پڑھے اور سنے نہیں، ان پر کوئی نگران اور ذمہ دار نہیں تھا، مگر ان میں اخلاص تھا تو ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں حاضر ہو کر حصول علم کی انہیں توفیق ہوتی تھی۔ کیا آپ نے اصحاب صفہ کے حالات نہیں پڑھے؟ بھوکے ہوتے، کپڑے نہ ہوتے، مگر برابر محنت میں لگے رہتے، حضرت ابو ہریرہ بھی انہیں میں سے ایک تھے، اللہ نے انہیں کیسا چمکایا، حضرت تابعین کی زندگیوں کا مطالعہ کیجئے اس زمانہ میں نہ کوئی درس گاہ ہوتی تھی اور نہ کوئی کمرہ، نہ کوئی ہاسٹل اور نہ ہائس گاہ نہ لائٹ نہ کھانے پینے کا انتظام نہ کوئی زور زبردستی، وہ تو اپنا سب کچھ لگا کر اخلاص کے ساتھ تن من دھن کی بازی لگا دیتے تھے، انہیں کے مجاہدات کی برکت سے آج علوم اسلامیہ صفحات کتب کی صورت میں موجود ہیں، اگر وہ ہم لوگوں کی طرح راحت پسند اور عیش پرست ہوتے، یقیناً آج ہمارے پاس علمی ذخائر نہ ہوتے، نہ کتابیں ہوتیں اور نہ یہ مدارس ہوتے، دنیا کی تاریخ میں علمائے اسلام نے جتنا لکھنے پڑھنے کا کام کیا، یقیناً کسی نے نہیں کیا، شیخ عبدالفتاح ابو عنده نے اس پر مستقل ایک تحریر مرتب کی ہے، ”العلماء العذاب الذین آثرو العلم الزواج“ یعنی وہ علماء جو علم کی خاطر شادی

سے کنارہ کش رہے جن میں مشہور یہ ہیں۔

(1) - ہناد بن سری کوفی، محدث تھے۔ (2) ابو جعفر محمد بن جریر طبری، مفسر حدیث اور مؤرخ تھے، بے شمار ضخیم کتابیں تصنیف فرمائیں۔ (3) ابو بکر ابن الانباری، نحوی اور مفسر تھے۔ (4) ابو علی الفارسی، جلیل القدر امام النحو تھے۔ (5) ابو بکر لاندسی، محدث تھے، (6) محمود بن عمر زحری، مفسر تھے۔ (7) محی الدین زکریا النووی فقیہ محدث تھے۔ مسلم شریف کے مشہور شارح اور بے شمار کتابوں کے مصنف تھے۔ (8) ابو الحسن ابن انفس و مشقی (9) ابن تیمیہ حرافی محدث، فقیہ اور اصولی تھے۔ (10) عزالدین محمد بن جماعت، مصری فقیہ اور اصولی تھے۔ (11) محمد بن طولون، مشہور مؤرخ گزرے ہیں۔ (12) سلیمان بن عمر الجمل، جلالین کے مشہور شارح۔ (13) ابو لعالی محمود شکر آ لوسی، بہت بڑے ادیب تھے۔ (14) ابو الوفا الافغانی ہندی فقیہ اور محدث تھے۔ وغیرہ بے شمار ایسے علماء گزرے ہیں۔ اللہ امت مسلمہ کی جانب سے انہیں بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

ان لوگوں نے اپنا مال، اپنا وقت، اپنی خواہشات سب کچھ علم دین کے لیے قربان کر دیا، تو آج اللہ نے یہ مقام دنیا ہی میں عطا کیا، صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی جب ان کا تذکرہ ہوتا ہے تو ہر مسلم عقیدت سے رحمتہ اللہ علیہ کہتا ہے۔

اب آئیے! ہم اپنے طالب علمانہ کردار پر ایک نظر ڈالیں اور فیصلہ کریں، کیا واقعتاً ہم محسنین ہیں؟ کیا ہم محنت اور جدوجہد اور سعی و عہد میں لگے ہوئے ہیں؟ کیا ہمارے اندر اخلاص و للہیت ہے؟ تو جواب نفی میں ہوگا۔ اولاً تو اکثر و بیشتر طلبہ میں محنت اور لگن کا جذبہ نہیں اور کچھ میں ہے تو عام طور پر محنت کے ساتھ جو مطلوبہ صفات ہیں وہ نہیں یعنی اخلاص، تواضع، ادب، حسن اخلاق، معصیت سے دوری وغیرہ۔

لہذا طلبہ سے لجاجت کے ساتھ گزارش ہے کہ اللہ کے واسطے سستی اور غفلت کو پس پشت ڈال کر خوب لگن اور محنت سے تحصیل علم میں لگ جائیں، تاکہ دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہو سکے، ساتھ تکبر سے حسد سے کذب بیانی سے سوئے اخلاق سے بے ادبی سے چاہے کتاب کی ہو، چاہے استاد کی، چاہے درس گاہ کی ہو، چاہے ادارہ کی، اس سے مکمل اجتناب کریں۔

حاصل یہ کہ سب سے پہلے ضرورت ہے اخلاص اور للہیت کو پیدا کرنے کی ”انما الاعمال بالنیات“ جب ہم یہ نیت کریں گے کہ اللہ کی رضا کے لیے علم حاصل کرنا ہے تو محنت کی توفیق کے راستے من جانب اللہ کھل جائیں گے، ہم آغاز سال میں یہ نیت کر لیں کہ ”اے اللہ! ہمارے یہاں آنے کا مقصد علم کو حاصل کر کے اس پر عمل کرنا اور تیری ذات اقدس کو راضی کرنا ہے۔“

اب آئیے! ہم اپنے طالب علمانہ کردار پر ایک نظر ڈالیں اور فیصلہ کریں، کیا واقعتاً ہم محسنین ہیں؟ کیا ہم محنت اور جدوجہد اور سعی و عہد میں لگے ہوئے ہیں؟ کیا ہمارے اندر اخلاص و للہیت ہے؟ تو جواب نفی میں ہوگا۔ اولاً تو اکثر و بیشتر طلبہ میں محنت اور لگن کا جذبہ نہیں اور کچھ میں ہے تو عام طور پر محنت کے ساتھ جو مطلوبہ صفات ہیں وہ نہیں یعنی اخلاص، تواضع، ادب، حسن اخلاق، معصیت سے دوری وغیرہ۔

لہذا طلبہ سے لجاجت کے ساتھ گزارش ہے کہ اللہ کے واسطے سستی اور غفلت کو پس پشت ڈال کر خوب لگن اور محنت سے تحصیل علم میں لگ جائیں، تاکہ دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہو سکے، ساتھ تکبر سے حسد سے کذب بیانی سے سوئے اخلاق سے بے ادبی سے چاہے کتاب کی ہو، چاہے استاد کی، چاہے درس گاہ کی ہو، چاہے ادارہ کی، اس سے مکمل اجتناب کریں۔

ہمارے حقد میں و متاخرین علماء نے اتنی جد جہد اور محنت کی کہ شیخ عبدالفتاح ابو غدہ اپنی بے مثال تالیف "صفحات من صبر العلماء علی شذائد العلم وتحصیلہ" کے مقدمہ میں لکھتا پڑا۔

ہی پڑے گا، مثلاً محدث عظیم امام ابو داؤد سلیمان بن الاصحٰب البجستانی اپنی کتاب "سنن ابی داؤد" کی باب "صدقۃ الزرع" میں خود اپنا مشاہدہ نقل کرتے ہیں میں نے مصر کے سفر کے دوران ایک کلگری دیکھی، جس کی لمبائی تیرہ بالشت تھی اور ایک اتنی بڑی نارنگی دیکھی کہ اس کو کاٹ کر اونٹ پر اس طور سے لادا گیا تھا کہ ایک حصہ اونٹ کی کوبان کی دہنی جانب اور دوسرا بائیں جانب۔ کیا کوئی اس کی تصدیق کر سکتا ہے؟ مگر ایک ایسے محدث اس کو بیان فرما رہے ہیں جن کی صداقت پر امت کا اجماع ہے، لہذا عجوبہ سمجھ کر ماننا پڑے گا۔

اس کا احاطہ اور استیعاب کرنا نہیں چاہتا ہوں بلکہ نمونے کے طور مشتمل از خروارے کے، ہر پہلو سے متعلق چند واقعات بیان کروں گا، کیوں کہ ان کی قربانیاں اتنی ہیں کہ اس کو کبجا کرنا دشوار ہے، علم کی خاطر صبر آزمائی کے

ایسے حیرت انگیز واقعات ہیں کہ انسان کا ذہن انہیں قبول کرنے کے لیے بھی تیار نہ ہو، حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام واقعات سو فیصد صحیح ہیں، کیوں کہ سندوں کے ساتھ معتبر کتابوں میں منقول ہیں اگر آپ کو وہ سمجھ میں نہ آئیں تو نہ آئیں، بعض حیرت انگیز عجائبات میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں، آپ کی عقل اس کو تسلیم کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں ہوگی مگر وہ اتنی مستند اور صحیح روایات اور معتبر لوگوں سے مروی ہیں کہ آپ کو صحیح ماننا

اسی طرح کا ایک واقعہ محمد بن رافع نے ذکر کیا ہے جو امام بخاری، مسلم، ابو داؤد ترمذی، نسائی، ابوزرعہ، تمام کبار محدثین کے استاذ اور شیخ ہیں کہ میں نے انکو کا ایک کچھا دیکھا جو ایک نخر کے برابر تھا۔

اسی طرح کی دسیوں عجائبات کو شیخ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیا اور پھر کہا کہ جس طرح ان واقعات کے حیرت انگیز ہونے کے باوجود آپ کو تسلیم کرنا پڑا کہ یہ صحیح ہیں، بس بالکل اسی طرح ہمارے اسلاف کی علم کی خاطر صبر آزمائی کے حیرت انگیز واقعات کو بھی آپ کو تسلیم کرنا ہوگا۔

طلب علم کیلئے اسلاف کی قربانیاں اسلام نے انسان کو پہلا درس ہی علم کا

دیا، اللہ نے آدم علیہ السلام کو علم عطا کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی وحی علم سے متعلق نازل کی گئی، اس کا اثر یہ ہوا کہ اس امت کے افراد نے اپنے آپ کو علم کے لیے کھپا دیا، شیخ عبدالفتاح ابو غدہ فرماتے ہیں: ہمارے علمائے اسلاف میں اکثر و بیشتر فقر و فاقہ کے شکار تھے، مگر ان کا فقر تحصیل علم کے لیے کبھی رکاوٹ نہ بنا، اور انہوں نے کبھی کسی کے سامنے اپنی محتاجی کو ظاہر بھی نہیں کیا۔

انہوں نے علم کی خاطر نہایت جاں نسیں اور ہولناک مصائب و آلام جھیلے اور ایسے صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا ہے کہ ان کی طاقت اور برداش کے سامنے خود "صبر" بے چین اور بے قرار ہو گیا۔

اسی کے ساتھ وہ اپنی دل کی گہرائیوں کے ساتھ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے اور حمد و ثنا میں مصروف رہتے، ہر وقت شکر گزاری ان کا امتیازی وصف تھا، ان کی قربانیوں نے انہیں دنیا میں بھی سرخ رو کیا اور قیامت تک آنے والے طالبان علوم کے لیے بہترین نمونہ بنا دیا، سب کچھ انہوں نے صرف اور صرف کتاب و سنت کی خدمت اور اللہ کی رضا کے لیے کیا۔

ان کی قربانیوں سے یہ بات عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ اسلامی علوم تدوین و تالیف، برفضا و شاداب مقامات، نہروں کے کناروں اور سایہ دار درختوں کے چھاؤں میں بیٹھ کر نہیں ہوئی، بلکہ یہ کام خون و جگر کی

قربانی دے کر ہوا ہے، اس کے لیے سخت گرمیوں میں پیاس کی ناقابل برداشت تکالیف اٹھانی پڑیں اور رات کو رات بھر ٹھناتے چراغ کے سامنے جاگنا پڑا، بلکہ طلب علم کی راہ میں جان عزیز کی قربانی کو بھی انہوں نے کوئی بڑا کام تصور نہ کیا، آئیے! اب میں ان کی جد و جہد اور قربانیوں کے چند نمونے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں تاکہ ہمیں بھی ان کی راہ پر چلنے کا شوق پیدا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، جو ترجمان القرآن کے نام سے جانے جاتے ہیں، وہ ایسے ہی قرآن کے عظیم مفسر نہیں بن گئے، بلکہ اس کے لیے خوب محنت اور جد جہد کی، وہ خود فرماتے ہیں۔

"میں صحابہ کرام سے پوچھنے اور احادیث معلوم کرنے میں لگ گیا، مجھے (کبھی) پتہ لگتا کہ فلاں صحابی کے پاس حدیث موجود ہے تو میں ان کے مکان پر پہنچتا، وہاں آ کر معلوم ہوتا کہ وہ آرام کر رہے ہیں، تو میں اپنی چادر ان کے دروازے کے سامنے بچھا کر لیٹ جاتا، دوپہر کی گرمی میں ہوا چلتی تو تمام گرد و غبار میرے اوپر آتا۔

جب صاحب خانہ باہر آ کر مجھے دیکھتے تو حیرت زدہ ہو کر استفسار کرتے عم زادہ رسول! (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی) کیسے آنا ہوا اور آپ نے یہ زحمت کیوں فرمائی کسی کو بھیج کر مجھے کیوں نہ بلوایا؟ میں کہتا: نہیں جناب! مجھے ہی آنا

چاہئے تھا، پھر میں ان سے حدیث معلوم کرتا۔ (صبر و استقامت، ص: 50) عبدالرحمن بن قاسم، جو امام مالک کے ممتاز شاگرد تھے وہ کیسے اتنے بڑے فقیہ اور محدث ہوئے؟

قاضی عیاض نے "ترتیب المدارک" میں عبدالرحمن بن قاسم عتقی (متوفی 191ھ) کے حالات میں لکھا ہے (یاد رہے موصوف کا شمار امام مالکؒ اور لیثؒ وغیرہ کے مابین ناز شاگردوں میں ہوتا ہے)

"ابن قاسم کہتے ہیں: میں امام مالک کے پاس، آخر شب کی تاریکی میں پہنچتا اور کبھی دو، کبھی تین یا چار مسئلے دریافت کرتا، اس وقت امام محترم کی طبیعت میں کافی انشراح محسوس ہوتا، ایک دفعہ ان کی چوکھٹ پر سر رکھے سو گیا، امام مالک نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے لیکن مجھے نیند کے غلبہ میں کچھ بھی پتہ نہ چل سکا آنکھ اس وقت کھلی جب ان کی ایک کالی کلوٹی بائیں نے میرے ٹھوک مار کر کہا: تیرے آقا چلے گئے، وہ تیری طرح غافل نہیں رہتے، آج ۳۹ سال ہونے کو آئے انہوں نے فجر کی نماز کبھی کبھار کے علاوہ ہمیشہ عشاء ہی کے وضو سے پڑھی ہے۔

امام مالک کے پاس 17 سالہ قیام ابن قاسم کہتے ہیں: میں امام مالک کے پاس مسلسل سترہ سال رہا، لیکن اس مدت میں نہ کچھ بیچا اور نہ کچھ خریدا۔ (ذرا ہمارے

وہ طلبہ غور کریں جو اکثر و بیشتر بازاروں کے چکر کاٹتے رہتے ہیں، کہ سترہ سال میں کبھی خرید و فروخت نہیں کی۔

باپ اور بیٹے کی ملاقات

وہ کہتے ہیں کہ: ایک روز میں آپ کے پاس بیٹھا تھا اچانک ایک نقاب پوش نوجوان، جو مصر سے حج کرنے کے لیے آیا تھا، مجلس میں پہنچا اور امام مالک کو سلام کر کے پوچھا، کیا آپ کے یہاں ابن قاسم موجود ہیں؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا وہ آیا اور اس نے میری پیشانی کا بوسہ لیا، میں نے اس میں نہایت عمدہ خوشبو محسوس کی، (جس کا بیان لفظوں میں کرنا مشکل ہے) درحقیقت وہ میرا بیٹا تھا اور یہ خوشبو اسی سے آ رہی تھی، میں جس وقت گھر سے چلا تو وہ رحم مادر میں تھا، میں اس کی ماں سے، جو میری بیوی ہونے کے ساتھ ساتھ چچیری بہن بھی ہوتی تھی، یہ کہہ کر آیا تھا کہ لمبی مدت کے لئے جا رہا ہوں، واپسی کا کچھ پتہ نہیں کہ کب ہو، اس لیے تمہیں اختیار ہے چاہے میرے ہی نکاح میں رہنا، چاہے آزاد ہو کر دوسری جگہ چلی جانا..... لیکن اس اللہ کی بندی نے آزاد ہونے کے بجائے، میرے ہی نکاح میں رہنے کو اختیار کیا۔"

(صبر و استقامت کے پیکر: 51: 52) ۳ محمد بن طاہر مقدسی کے بارے میں آتا ہے کہ طلب حدیث کی خاطر سخت گرمی اور چلپاتی دھوپ میں لمبی لمبی مسافت طے

کرنے کی وجہ سے بارہا خون کا پیشاب ہو گیا۔ (وفیات الاعیان)

ابونصر سنجری کا مخلصانہ طلب علم کا دور حافظ ذہبی "تذکرۃ الحفاظ" میں ابونصر سنجری کے باری میں فرماتے ہیں "عبداللہ بن سعید بن حاتم، ابونصر سنجری (متوفی 444ھ) فن حدیث میں "حافظ" کے مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہیں، (یہی نہیں، بلکہ) آپ اپنے دور میں حدیث پاک کے سب سے بڑے حافظ، امام وقت اور مینارہ سنت کی حیثیت رکھتے تھے، موصوف حدیث کی طلب میں زمین کے اس کنارہ سے اس کنارہ تک چکر لگا کر آئے۔"

### ایک عورت کی پیشکش

ابو اسحاق حبال کہتے ہیں: "میں ایک روز ابونصر سنجری کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے دروازہ کھول دیا، اب میں نے دیکھا کہ ایک عورت مکان میں داخل ہوئی اور اس نے آکر ایک تھیلی نکالی جس میں ایک ہزار دینار تھے اور اسے شیخ کے سامنے رکھ کر بولی: انہیں جس طرح آپ کا دل چاہے خرچ فرمائیں۔ شیخ نے پوچھا آخر مقصد کیا ہے؟ اس نے کہا میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ مجھ سے نکاح کر لیں، اگرچہ مجھے شادی بیاہ کی کوئی خواہش نہیں لیکن اس طرح میں آپ کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے کہا تھیلی اٹھا کر یہاں سے چلی جاؤ..... جب وہ چلی گئی تو انہوں نے مجھ

سے کہا: میں اپنے ملک بھستان سے صرف حصول علم کی نیت سے نکلا ہوں، اب اگر میں اس سفر میں شادی بیاہ کے جمیلے میں پڑوں گا تو پھر میں "طالب علم" کہاں رہوں گا.....؟ اللہ نے طلب علم پر جو اجر و ثواب رکھا ہے اس پر میں کسی بھی چیز کو ترجیح نہیں دینا چاہتا۔" (صبر و استقامت کے پیکر، ص: 44)

حافظ ابن مندہ اپنے وطن عزیز سے بیس سال کی عمر میں طلب علم کے لیے نکلے اور مسلسل 45 سال تک سفر کرتے رہے اور علم حاصل کرتے رہے 65 سال کی عمر میں اپنے وطن واپس ہوئے، جب گھر سے نکلے تو چہرہ پر ایک بال نہ تھا اور جب لوٹے تو ڈاڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے، مگر اتنے عرصے میں کتنا علم حاصل کیا، تو جعفر مستغفری فرماتے ہیں کہ میں نے حافظ محمد بن اسحاق ابن مندہ سے، ایک مرتبہ پوچھا کہ آپ نے کتنا علم حاصل کیا؟ تو کہا پانچ ہزار من وزن کے برابر، اللہ اکبر۔ (تذکرۃ الحفاظ)

امام شعبی کوئی ہمدانی بڑے پائے کے محدث گزرے ہیں، ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو اتنا سب علم کیسے حاصل ہوا؟ تو فرمایا چار باتوں کے التزام کی وجہ سے (۱) کبھی کسی کتاب یا کاپی کا بھروسہ نہ رہا، یعنی جو سنا سب یاد کر لیا۔ (۲) طلب علم کے لیے در بدر سفر کرتا رہا۔ (۳) جمادات کی طرح صبر کرتا رہا یعنی جمادات کو پانی دو یا نہ دو، کھانا دو یا نہ دو خاموش رہتا ہے، میں بھی بھوک اور

پیماس پر صبر کرتا رہا۔ کوئے کے مانند صبح سویرے اٹھتا رہا، یعنی بہت کم سوتا، تب جا کر اتنا علم حاصل ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

### بلند ہمتی

میرے عزیز طالب علم ساتھیو! یہ تھا ہمارے اسلاف کا بے مثال مجاہدہ معلوم ہوا علم دین کے حصول کے لیے مسلسل جدوجہد اور محنت اور بلند ہمتی ضروری ہے، علامہ زرنوجی فرماتے ہیں کہ اگر "محنت خوب" ہو اور "بلند ہمتی" نہ ہو تو بھی علم زیادہ حاصل نہیں ہوتا اور "ہمت" تو ہو مگر "محنت" نہ ہو تو بھی علم حاصل نہیں ہوتا، آج ہمارے طلبہ میں یہی بیماری ہے، کسی میں محنت کا جذبہ نہیں اور اگر "محنت" کا جذبہ ہے تو بلند ہمتی نہیں یعنی کسی بھی کتاب کو جب کچھ محنت کے بعد سمجھ میں نہ آئے تو مشکل سمجھ کر ناامید ہو جاتے ہیں یہ بہت بڑی غلطی ہے، جیسا کہ ابھی آپ نے ہمارے اسلاف کی محنت اور جدوجہد پر چند حیران کن حالات پڑھے، ان کی بلند ہمتی کے بھی دو تین نمونے پیش خدمت ہیں:

امام ابن القیم فرماتے ہیں: مجھے تعجب ہے طلبہ پر، اس لیے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ ہر قیمتی چیز کو حاصل کرنے کے لیے بلند ہمتی و جدوجہد درکار ہوتی ہے، مگر علم کے بارے میں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایسے ہی حاصل ہو جائے گا تو یہ کیسے ممکن ہے جب کہ علم دین تو دنیا کی چیزوں میں سب سے زیادہ قیمتی ہے؟ تو ذرا

غور کیجئے اس کے لیے کتنی ہمت اور محنت درکار ہوگی؟! مسلسل محنت مسلسل تکرار راحتوں اور لذتوں کو چھوڑنے سے علم حاصل ہوتا ہے۔ ایک فقیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مدت تک ہریرہ (عربوں کا ایک لذیذ کھانا) کھانے کی تمنا کرتا رہا مگر کبھی نہ کھا سکا، اس لیے کہ ہریرہ اس وقت بازار میں فروخت ہوتا تھا۔ جب درس کا وقت ہوتا تھا میں نے کبھی بھی درس چھوڑنے کو پسند نہیں کیا۔

ابن کثیر فرماتے ہیں جسم کی راحت کے ساتھ علم حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ امام مزنی فرماتے ہیں کہ کسی نے امام شافعی سے

دریافت کیا، آپ کے حصول علم کی خواہش کیسی ہے؟ تو فرمایا جب میں کوئی نیا علمی نکتہ یا نئی علمی بات سنتا ہوں تو مجھے اتنی خوشی ہوتی اور لذت ہوتی ہے کہ میری خواہش ہوتی ہے کہ میرے بدن کے ہر عضو کو قوت سماعت حاصل ہو اور وہ بھی لذت محسوس کرے۔ پھر کسی نے پوچھا آپ علم پر کتنی حرص رکھتے ہیں؟ فرمایا: جس قدر ایک مال دولت کو جمع کرنے والا مال کو حاصل کرنے کی حرص رکھتا ہے۔

پھر پوچھا کہ آپ کے علم کی طلب کی کیفیت کیا ہے؟ تو کہا اس ماں کی مانند جو اپنے گمشدہ بچے کی تلاش میں ہوتی ہے اور

اسے اس کے علاوہ کسی چیز کی پروا نہیں ہوتی۔ امام ثقلبہ فرماتے ہیں کہ میں علم کی خاطر ابراہیم حربی کے پاس پچاس سال مسلسل قیام کیے رہا۔

امام ابو ظہیر فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ شاق وہ وقت لگتا ہے جب میں کھا رہا ہوتا ہوں، کیوں کہ اس وقت کوئی علمی فائدہ نہیں ہوتا۔

عمار ابن رجا فرماتے ہیں کہ تیس سال تک میں اپنے ہاتھ سے کھانا نہ کھا سکا، میں حدیث لکھتا تھا اور میری بہن میرے منہ میں لقمہ دیتی تھی۔ ●●

## رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۳۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف دس روپے اور سالانہ خریداری ۱۰۰ روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے پیش بہامضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقم "ادارہ رضوان" کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تاکہ یاد دہانی ہو سکے۔ پادر کھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ "رضوان" خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی و کوشش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور "رضوان" کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

# بے حیائی عروج پر ذمہ دار کون؟

لئے بعض کمپنیاں خواتین کی عصمتوں کا سودا کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اب ہندوستان میں بھی ایسے لوگوں کی بڑی تعداد ہو گئی ہے جو صرف موجِ مستی اور دولت کے حصول میں یقین رکھتے ہیں۔۔۔ انہیں نہ سماجی اقدار کی فکر ہے اور نہ ہی قوم کی بہو بیٹیوں کی۔ بس انہیں تو پیسہ چاہئے۔ چاہے وہ ملک کی بیٹیوں کی عزت کے عوض میں ہی کیوں نہ حاصل ہو۔ وقت کا تقاضہ تھا کہ ایسی عصمتوں کے سوداگروں کی سخت سرزنش کی جاتی اور انہیں ان کے منصوبے میں کامیاب نہ ہونے دیا جاتا مگر ذمہ دار محکموں کی جانب سیکس ورکروں کو سہولیات فراہم کرنے کی ہدایات کے بعد قوم کی بہو بیٹیوں کا سودا کرنے والوں کے منصوبوں کو اور زیادہ تقویت حاصل ہو گئی ہے اور اب وہ اور زیادہ منظم انداز سے زیادہ پیسہ کمانے کے لیے بڑی تعداد میں خواتین کو غیر ملکی سیاحوں کی جنسی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے تیار کریں گے اور ٹریننگ دیں گے۔ گویا کہ دولتِ مشترکہ کھیل شائقین کے لئے صرف کھیل تک محدود نہ رہیں گے بلکہ اس موقع پر ان کے لئے عیاشی اور بیجانی موجِ مستی کا بھی بھرپور سامان ہوگا۔ دوسری خبر میں کہا گیا ہے کہ ”انٹرنیٹ کے بڑھتے ہوئے چلن کے سبب اب جسم فروشی لڑکیوں اور ان کے دلالوں نے اپنے نمبر نیٹ پر ڈال دیئے ہیں اور مختلف مقامات پر جسم فروشی لڑکیوں کو

پہلو پر تیاری کی جا رہی ہے۔ اس موقع پر دہلی کی سڑکوں فلانی اداروں، اسٹیڈیموں، تاریخی جگہوں بس اسٹینڈوں اور بازاروں کی حالت کو بہتر بنانے کی بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن طوائفوں کو غیر ملکی طور و طریق سکھانے اور انہیں غیر ملکی انداز میں لبھانے کی بات سمجھ اور قیاس سے بالاتر ہے۔ کیونکہ کھیلوں کے شائقین کو کھیلوں سے محفوظ کرانے اور اور دور دراز سے آنے والے شائقین کے لئے ان کی رہائش کے معیاری بندوبست کرنے کو حکومت کی ذمہ داری کہا جاسکتا ہے۔ لیکن ان کی عیاشی کے لئے تمام تر سامان فراہم کرنے کو نہ مہمان نوازی کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے ہندوستانی تہذیب و معاشرت کے مطابق وقت دیا جاسکتا ہے خبر میں اس بات کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اسکاٹ ایجنسیاں بہترین اور معیاری طوائف تیار کرنے میں لگی ہوئی ہیں کیونکہ وہ غیر ملکی سیاحوں سے زیادہ پیسے کمانے کا منصوبہ بنائے ہوئے ہیں۔“ یہ اور زیادہ افسوس ناک بات ہے کہ دولتِ مشترکہ کھیلوں کے موقع پر پیسہ کمانے کے

حال ہی میں دو خبریں منظر عام پر آئی ہیں جن میں سے ایک کا تعلق رواں سال اکتوبر میں ہونے والے دولتِ مشترکہ کھیلوں کی تیاریوں کے سلسلے میں ہے اور دوسری خبر آن لائن جسم فروشی کے دھندہ کے تعلق سے ہے۔ اول الذکر خبر اپنے عنوان کے لحاظ سے اگرچہ چونکا دینے والی نہیں ہے لیکن اس کے تحت جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں وہ ضرور ہر سچے ہندوستانی اور انسانی اخلاقی اقدار میں یقین رکھنے والے شخص کو حیرت زدہ کر دینے والی ہیں۔ خبر کے مطابق ”دہلی سرکار بس کنڈکٹروں بس ڈرائیوروں رکشا پاروں ٹیکسی ڈرائیوروں اور طوائفوں کو بھی انگریزی زبان و تہذیب کی تربیت دے رہی ہے۔“

بھیجنے کا طریقہ دریافت کر لیا ہے اس کے سبب جنسی آسودگی کے لئے انٹرنیٹ کا سہارا لیا جا رہا ہے غیر مطمئن خواتین جہاں نیٹ کے ذریعہ اپنی خواہشات کی تکمیل کر رہی ہیں وہیں نوجوان لڑکے اور مرد بھی اسے اپنی جنسی تفریحات کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ جسم فروشی میں ملوث دلال بھی انٹرنیٹ کے توسط سے گاہکوں کو ڈھونڈ کر دولت بٹور رہے ہیں۔“ یہ صورت حال انتہائی تشویشناک ہے۔ کیونکہ انٹرنیٹ صارفین کا دائرہ ہر لمحہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

اب سے چند سال قبل تک انٹرنیٹ کا استعمال بڑے شہروں میں ہوتا تھا لیکن اب چھوٹے شہروں قصبوں میں بھی انٹرنیٹ کا استعمال بڑھنے لگا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ سے جو بری باتیں پھیل رہی تھیں اب ان کا دائرہ اور زیادہ وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ انٹرنیٹ کو جس طرح عام کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں اس سے محسوس ہوتا ہے کہ اگلے کچھ سالوں میں قصبوں اور گاؤں میں بھی انٹرنیٹ کو بڑے پیمانے پر استعمال کیا جانے لگے گا۔ جس طرح کہ موبائل کا استعمال چند سال قبل شہروں کے لوگ کیا کرتے تھے لیکن اب گاؤں میں بھی موبائل کا استعمال ہونے لگا ہے۔ آج گاؤں کے بھی ہر گھر میں کئی کئی موبائل موجود ہیں۔ خاص طور سے نوجوان نسل موبائل کا بڑے پیمانے پر استعمال کر رہی ہے۔ حالانکہ ایسے

موبائل صارفین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جو بے ضرورت موبائل پر گھنٹوں باتیں کرتے ہیں۔ اس سے ایک طرف ان کا تصنع اوقات بھی ہوتا ہے اور دوسری طرف پیسے بھی خرچ ہوتے ہیں لیکن نئی نسل کو موبائل کا کچھ اس طرح چسکا لگا ہے کہ کھانے کے لئے پیسے ہوں یا نہ ہوں لیکن موبائل کے لیے کسی نہ کسی طرح وہ پیسوں کا انتظام کر لیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب موبائل سے نوجوانوں کو اتنی دلچسپی ہے تو انٹرنیٹ سے کس قدر دلچسپی ہوگی۔ جس پر رپورٹوں کے مطابق ہر طرح کی لغویات کا مواد موجود ہوتا ہے۔

بہر کیف جس تیزی کے ساتھ انٹرنیٹ صارفین کی تعداد بڑھ رہی ہے اسے سامنے رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اگلے کچھ سالوں میں ملک کے زیادہ تر لوگوں کو رسائی انٹرنیٹ تک ہو جائے گی اور کم ہی ایسے نوجوان طلبا و طالبات ہوں گے جن کی رسائی انٹرنیٹ تک نہ ہوگی بھلے ہی وہ لوگ جو انٹرنیٹ کی تباہ کاریوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور جن کی نگاہ میں اخلاقی روحانیت و انسانیت کی قدر نہ ہو وہ خوش ہو سکتے ہیں لیکن انٹرنیٹ کے ذریعہ پھیلنے والی برائیوں اور خطرناک جرائم کے بارے میں آئے دن جو خبریں منظر عام پر آرہی ہیں انہیں سامنے رکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ انٹرنیٹ کا اس قدر عام ہونا کم خطرناک نہیں ہے۔ کیونکہ نیٹ پر کمپنیاں و عناصر پہلے سے اپنا تسلط جمائے ہوئے ہیں جن کا مقصد

پیسے کمانے کے لئے انٹرنیٹ کا استعمال کرنا ہے۔ آن لائن جسم فروشی کا دھندہ بھی اسی کا ایک حصہ ہے۔ غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ اگر انٹرنیٹ پر اس طرح کی سہولت فراہم کی جائے گی تو نہ جانے کتنے انٹرنیٹ صارفین اس دلدل میں پھنس سکتے ہیں۔ خاص طور سے یہ صورت حال نوجوانوں پر زیادہ منفی اثر چھوڑ سکتی ہے۔ یعنی نہ جانے کتنے ہی نوجوان اور بڑی عمر کے لوگ بھی زنا کاری و فحاشی میں ملوث ہو سکتے ہیں۔ چونکہ انٹرنیٹ استعمال کرنے والے جس طرح مرد ہیں اسی طرح عورتیں اور نوجوان وغیر شادی شدہ لڑکیاں بھی ہوں گی اور ان کے سامنے بھی اس طرح کی باتیں انٹرنیٹ پر آئیں گی تو ممکن ہے کہ کتنی لڑکیوں کے قدم بہک جائیں اور ان میں سے نہ جانے کتنی لڑکیاں و عورتیں انجام سے لاپرواہ ہو کر غلط راستہ پر چلی جائیں۔

بنیادی اسباب فیشن، ماڈلنگ، ٹی وی، انٹرنیٹ، عریانی، مخلوط کلچر، نفسانی خواہشات کی آزادی اور زیادہ سے زیادہ پیسہ کمانے کی جستجو ہے اور اس طرح کی عورتیں کہیں باہر سے نہیں آ رہی ہیں بلکہ ہمارے ہندوستانی معاشرہ سے ہی پیدا ہو رہی ہیں۔ فحاشی و زنا کاری کا جو ماحول شہروں میں ہے وہ ابھی وہی علاقوں میں نہیں ہے لیکن اب جب گاؤں میں بھی ڈش ٹی وی آ گئی ہے اور جب گاؤں کے مرد و خواتین کے لئے بھی فیشن ماڈلنگ، ڈاننگ اور ایکٹنگ کی راہیں کھل رہی ہیں تو وہاں بھی فحاشی کے لئے فضاء بننے لگی۔ اس پر مزید ستم یہ کہ جب انٹرنیٹ چھوٹے شہروں، قصبوں اور گاؤں میں عام ہو جائے گا تو پھر وہ برائیاں جو ابھی شہروں میں ہیں وہ گاؤں میں بھی در آئیں گی۔

وقت کا تقاضہ تھا کہ فحش برائیوں سے پورے ہندوستانی معاشرے کو محفوظ رکھنے کے لئے ہر سطح پر موثر کن اقدامات کئے جاتے اور برائی کے اسباب کے سدباب کی بھرپور جدوجہد کی جاتی، لیکن نہ ہی سرکاری سطح پر اس طرح کی کوششیں سامنے آ رہی ہیں اور نہ ہی عوامی سطح پر بلکہ ترقی کے نام پر مزید برائیوں کو دعوت دی جا رہی ہے۔ انٹرنیٹ پر فحش چیزوں کو روکنے کے لئے سخت اقدامات ناگزیر ہیں لیکن ہنوز اس بارے میں غور نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ ہر جگہ اور ہر گھر میں بغیر

پابندی و قیود کے اسے پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اگر والدین اپنے بچوں کو جرائم، بد عنوانی، بداخلاقی، فحاشی، زنا کاری اور تضحیح اوقات سے بچانا چاہتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کو انٹرنیٹ سے دور رکھیں یا اگر انٹرنیٹ کے استعمال کی اجازت دیں تو ان کی نگرانی کریں اور پوری احتیاط برتیں۔

نوجوان بچوں کو انٹرنیٹ پر آزاد چھوڑ دینا بہت زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اور ان کے مستقبل کو تباہ کر سکتا ہے۔ بچے جن موضوعات کا مطالعہ کریں بہتر ہے کہ انہیں ان موضوعات سے متعلقہ کتابیں فراہم کی جائیں۔ محققین کی تحقیق کے مطابق کتابی علم زیادہ مضبوط اور دیر پا ہوتا ہے اور اسکرین پر کیا جانے والا مطالعہ بہت سرسری اور سطحی ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج لوگوں کا کتابوں سے تعلق کم ہو گیا ہے تو ان کے علم میں گہرائی و گیرائی باقی نہیں رہی بلکہ ان کا علم سرسری اور سطحی ہو کر رہ گیا جب کہ پچھلی صدیوں میں کم وسائل کے باوجود کتابوں کے گہرے مطالعہ سے استعداد بنتی تھی۔ اس لئے جدید آلات سے متاثر ہو کر بلا غور و فکر کئے ہوئے اپنے بچوں کو انہیں فراہم نہیں کیا جانا چاہئے۔ حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر قدم پر احتیاط اور چوکنا ہونے کی ضرورت ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام نامی اور ان کے اصلاحی کارنامے تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں آپ نے رفاہ عام کے سلسلہ میں بھی جو کارنامے انجام دیئے ہیں وہ بھی تمدنوں کی تاریخ میں محفوظ ہیں۔ فن تاریخ نویسی کی ابتدا آپ ہی کے حکم سے ہوئی ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ آپ خوف خدا سے اور قیامت کے دن کے واقعات کو سن کر زار زار روتے تھے۔

دنیاوی مشغولیت کا پورا پورا احساس تھا اور اس پر ندامت و پشیمانی بھی تھی۔ ایک مرتبہ کسی سفر میں ایک جگہ آپ کے لئے فرش بچھایا گیا۔ سامنے خدم و حشم اونٹ گھوڑوں کی قطار دیکھ کر ابن مسعود سے فرمایا۔

خدا ابو بکر پر رحم کرے نہ انہوں نے دنیا کو چاہا۔ نہ دنیا نے انہیں چاہا۔ عمر کو دنیا نے چاہا لیکن انہوں نے اس کو نہ چاہا۔ عثمان کو کچھ دنیا میں مبتلا ہونا پڑا اور ہم لوگ تو بالکل ہی دنیا میں آلودہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ یہ فرما رہے تھے اور چہرہ پر ندامت و پشیمانی کے آثار طاری تھے۔



# اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار!

جہانگیر کے دربار میں بڑا سوخ حاصل تھا، کیونکہ اس نے اکبر کے آخری زمانے میں سلیم کو اس سے قریب تر کیا تھا، اور اکبر کی وفات کے بعد سلیم کی حمایت میں اس کے لڑکے خسرو سے لڑ کر پنجاب میں پیاس کے کنارے اس کو شکست دی، جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد شیخ فرید نے اور امراء کے ساتھ جہانگیر کو آمادہ یا کہ وہ اسلامی شریعت کا لحاظ رکھے، اس نے شیخ فرید کو حکم دیا کہ وہ چار دیندار علماء منتخب کرے جن کے مشورے سے سارا کام انجام پائے کہ کوئی بات خلاف شرع نہ ہو، حضرت مجدد الف ثانی کو خبر ملی تو وہ خوش ہوئے لیکن شیخ فرید کو یہ مکتوب لکھا کہ حق تعالیٰ آپ کو بزرگ باپ داداؤں کے راستہ پر ثابت قدم رکھے، سنا گیا ہے کہ بادشاہ اسلام نے مسلمانوں کی نیک نیت سے جو اپنی ذات میں رکھتے ہیں، آپ کو فرمایا ہے کہ چار علمائے دیندار پیدا کریں تاکہ دربار میں ملازم رہیں اور مسائل شرعیہ کو بیان کرتے رہیں تاکہ خلاف شرع کوئی امر صادر نہ ہو۔

الحمد للہ! مسلمانوں کے لیے اس بڑھ کر کون سی بشارت ہوگی ماتم زدوں کے لیے اس سے بڑھ کر کیا خوش خبری ہوگی، یہ حقیر بھی اسی غرض کے لیے آپ کی خدمت عالی کی طرف متوجہ ہے، کئی دفعہ اس کے لیے اظہار کر چکا ہے۔ امید ہے کہ اس بارہ میں کہنے اور لکھنے سے اپنے آپ کو معاف ہو رہا ہے اس کی طرف توجہ کریں، شیخ فرید کو

دشمنی اور فساد نے اہل مذہب کو بگاڑ دیا ہے، اسلام کے پیشواؤں، یعنی بڑے بڑے وزیروں، امیروں اور عالموں پر لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت کو شریعت کی ترقی میں لگائیں اور سب سے اول اسلام کے گھرے ہوئے ارکان کو قائم کریں، کیوں کہ تاخیر میں خیریت نہیں، اس تاخیر سے غریبوں کے دل بے قرار ہیں، گزشتہ زمانہ کی سختیاں ابھی تک مسلمانوں کے دلوں میں برقرار ہیں، ایسا نہ ہو کہ تدارک نہ ہو سکے اور اسلام کی غربت اس سے زیادہ ہو جائے، جب بادشاہ سنت سنیہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی میں سرگرم نہ ہو، اور بادشاہ مقررین بھی اس بارہ میں اپنے کو الگ رکھیں، اور چند روزہ زندگانی کو عزیز سمجھیں، تو پھر اہل اسلام بیچاروں سے زمانہ بہت ہی تنگ ہو جائے گا۔ (مکتوب: ۱۹۵، جلد اول)

بھرخ فرید مرتضیٰ خاں بخاری کو بھی توجہ دلائی کہ اسلام تباہ اور بے یار و مددگار ہو رہا ہے اس کی طرف توجہ کریں، شیخ فرید کو

جہانگیر تخت نشین ہوا تو حضرت شیخ سرہندی کو جو مجدد الف ثانی کے خطاب سے مشہور ہیں، یہ خیال پیدا ہوا کہ اکبر کے دین الہی کی وجہ سے اس کی حکومت کے زمانہ میں اسلام کی عزت و قار کو جو نقصان پہنچا ہے، اس کی تلافی جہانگیر کے ابتدائی دور حکومت میں ضرور ہو جانی چاہئے اس لئے انہوں نے جہانگیر کے دربار کے ایک امیر لالہ بیگ کو لکھا کہ بادشاہت کے شروع ہی میں اگر مسلمانی کا رواج ہو گیا اور مسلمانوں نے اعتماد پیدا کر لیا تو فہما، اور اگر عیاذاً باللہ سبحانہ توقف ہو تو پھر مسلمانوں کے لیے بہت مشکل وقت آ جائے گا۔ الغیاث الغیاث (خدا کی پناہ خدا کی پناہ) پھر ایک اور امیر خانجہاں کو لکھا کہ اگر وہ شریعت محمدی کی ترویج اور اشاعت کا کام لیں تو وہ انبیاء کی خدمت کر کے دین متین کو منور اور معمور کر دیں گے، انہوں نے صدر جہاں کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ: اب جب کہ سلطنتوں میں انقلاب ہو گیا ہے،

نہیں رکھ سکے گا، امید ہے کہ آپ معذور فرمائیں گے صاحب الغرض مجنون، غرض والا تو دیوانہ ہوتا ہے، عرض کرنا یہ ہے کہ ایسے دیندار علماء بہت توڑے ہیں جو حب و جاہ و ریاست سے خالی ہوں، اور شریعت کی ترویج اور ملت کی تائید کے سوا اور کچھ مطلب نہ رکھتے ہوں، حب جاہ ہونے کی صورت میں ہر ایک عالم اپنی طرف کھینچے گا اور اپنی بزرگی کو ظاہر کرنا چاہے گا، اور اخلاقی باتیں درمیان میں لا کر ان کو بادشاہ کے قریب کا وسیلہ بنائے گا۔ ناچار معاملہ بگڑ جائے گا، گزشتہ زمانہ میں ایسے علماء کے اختلافات نے عالم کو بلا میں ڈال دیا۔ اور اب وہی صورت درپیش ہے، اس کے بعد ترویج کیا ہوگی بلکہ دین کی تخریب ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ برے علماء کے فتنے سے بچائے، اگر علمائے آخرت میں سے کوئی مل جائے تو نہایت ہی سعادت ہے، کیونکہ اس کی صحبت پھر کبریت احمر ہوگی، اگر کوئی ایسا نہ ملے تو صحیح غور و فکر کے بعد جس کو بہتر سمجھیں اختیار کریں، "مالا یسدرک کلا لا یتدرک کلا" (جو چیز مکمل اخذ نہ کی جاسکے، وہ چھوڑی نہیں جاسکتی) میں نہیں جانتا کہ کیا لکھوں، جس طرح مخلوق کی خلاصی علماء کے وجود سے ہے اسی طرح دنیا کا خسارہ بھی ان ہی پر منحصر ہے، بہترین علماء بہترین خلائق ہیں، بدترین علماء بدترین خلائق ہیں، ہدایت اور گمراہی دونوں ان ہی سے وابستہ ہے، کسی بزرگ

نے اہلیس لعین کو دیکھا کہ فارغ اور بیکار بیٹھا ہے، اس کا سبب پوچھا، اس نے جواب دیا کہ اس وقت کے علماء میرا کام کر رہے ہیں، بہکانے اور گمراہ کرنے میں وہی کافی ہیں۔ عالم کہ کامرانی دن پروری کند اوخویشمن گم است کرا رہبری کند ترجمہ: وہ عالم جو دنیا سمیٹنے اور عیش و آرام میں لگا ہوا ہے وہ تو خود ہی گمراہ ہے عوام کی رہبری کیا کرے گا۔ امید ہے کہ اس بارہ میں صحیح فکر اور کامل غور سے کام لیں گے، کیوں کہ جب کام ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو پھر کچھ علاج نہیں ہو سکتا ہے، اگرچہ اس قسم کی باتیں داناؤں سے اظہار کرنے میں شرم آتی ہے لیکن اسی مطلب کو اپنی سعادت کا وسیلہ بنا کر آپ کو تکلیف دینا ہے۔" (مکتوب مجدد الف ثانی، جلد اول، نمبر ۵۳)

سادات عظام اور علمائے کرام خلوت و جلوت میں اس دین متین کی زیادتی اور اس صراط مستقیم کی تکمیل کے درپے ہوں گے، یہ فقیر بے سرومان اس بارہ میں کیا دم مارے، اب سنا گیا ہے کہ بادشاہ اسلام اسلامی استعداد کی خوبی کے علماء کا خواہاں ہے، الحمد للہ علی ذالک۔

آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو خوف پیدا ہوا تھا، وہ علماء سوء کی کم بختی سے ظہور میں آیا تھا اس بارہ میں امید ہے کہ پورا پورا تنبیہ نظر رکھ کر علمائے دیندار کے انتخاب کرنے میں پیش دستی کریں گے، علمائے سودین کے چور ہیں ان کا مقصود ہمہ تن یہ ہے کہ غلط خدا کے نزدیک مرتبہ، ریاست اور بزرگی کی حاصل ہو جائے العیاذ باللہ من فتنہم، اللہ تعالیٰ ان کے فتنے سے بچائے ہاں ان میں جو بہتر ہیں وہ سب خلقت سے اچھے ہیں، (اللہ تعالیٰ) کل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ تولیں گے، اور ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہو جائے گا، سب لوگوں میں (سب) سے برے برے علماء ہیں اور سب لوگوں میں سے اچھے اچھے علماء ہیں۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی، جلد اول مکتوب نمبر ۱۹۳)



مولانا محمد قمر الزماں ندوی  
استاذ نور الاسلام کنڈہ پربتاپ گڑھ

## ترتیب اولاد چتر بنیادی امور

سلسلے میں اس سے سوالات کئے جائیں گے۔ مرد اپنے اہل خانہ پر نگرہاں ہے اور اس کے بارے میں وہ جواب دہ ہے، خادم نگرہاں ہے اپنے آقا کے مال اور اپنے ماتحت کے بارے میں وہ جواب دہ ہے۔ تم میں سے ہر ایک نگرہاں ہے اور ہر ایک جواب دہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بچوں کو نماز کی تاکید کرو جب وہ سات سال کے ہوں اور جب وہ دس سال کے ہوں اور نماز ادا نہ کریں تو ان کو تادیب مارو۔ (مسند احمد) ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص نے اپنی اولاد کو اچھے اخلاق و آداب سے بہتر عطیہ نہیں دیا۔ اور یہ کہ اپنی اولاد کو تہذیب و شائستگی سکھاؤ اور خیر کی تعلیم دو۔ دو چیزوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولاد کا باپ کے ذمہ حق قرار دیا ہے۔ ایک اچھے اخلاق و آداب سے آراستہ کرنا، دوسرے اچھا نام رکھنا۔ ایک روایت میں ہے کہ ساتویں دن بچے کا عقیدہ کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور نہلایا دھلایا جائے پھر جب سات سال کی عمر کو پہنچے، نو سال میں بستر علاحدہ کر دیا جائے تیرہ سال میں نماز روزہ کے لئے سرزنش کی جائے، سولہ سال کی عمر میں باپ اس کی شادی کر دے پھر اس کا ذمہ داری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "تم میں ہر ایک اپنے ماتحت کے ہاتھ پکڑے اور کہے میں نے تجھے اخلاق کے لئے سکھائے، تعلیم دے دی اور تمہارا نکاح کر دیا اب میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس

فعال (Active) اور تعمیر پسند عنصر بنیں گے۔ اور والدین سماج معاشرہ اور تمام بنی نوع انسان کے لئے خیر اور بھلائی کا ذریعہ بنیں گے۔ اور اگر بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت اور ان کی نگہداشت سے بے توجہی اور بے اعتنائی برتی گئی تو وہ بدکردار ہو جائیں گے۔ اور والدین خاندان، سماج بلکہ پوری انسانیت کے لئے مصیبت اور بوجھ بن جائیں گے۔

اولاد انسان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور ہے، نیک بختی اور فرحت و شادمانی کا سرچشمہ ہے۔ بچے زندگی کو خوشگوار بناتے ہیں۔ رزق میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔ ایک باپ اپنی اولاد کو مستقبل (Future) کی امید اور بڑھاپے کا سہارا تصور کرتا ہے۔ اولاد کی کثرت کو خاندان کی افرادی قوت میں اضافہ کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ ماں اولاد کی شکل میں اپنی زندگی کی نیک تمناؤں، خوشیوں، آرزوؤں، امیدوں، دل کی فرحتوں اور مستقبل کی امیدوں کا مشاہدہ کرتی ہے۔ لیکن یہ امیدیں اس وقت برآئینگی اور یہ خواب اس وقت شرمندہ تعبیر ہوگا جب والدین اولاد کی صحیح تعلیم تربیت اور ان کی پرورش و پرداخت پر پوری توجہ دیں گے۔ اور اس کے لئے تن من و دھن ایک کر دیں گے۔ اگر والدین نے اولاد کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طریقہ سے نبھایا تو بچے مستقبل میں سماج (Society) کا ایک

سے کہ تو دنیا میں میرے لئے فتنہ کا یا آخرت میں عذاب کا باعث بنے (حلال و حرام)

الغرض والدین اور خصوصاً ماں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت اور ان کی نگہداشت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انجام دیں اور ان کے اخلاق و کردار کو سنوارنے کی پوری کوشش کریں جن اخلاق کی تکمیل کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کیے گئے اور جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

چونکہ اولاد تربیت کے سلسلہ میں پہلا نقش والدین کا قبول کرتے ہیں بالخصوص ماں کے طرز عمل کا اولاد پر خاص اثر پڑتا ہے اسی لئے ماں کی گود کو پہلا کتب کہا جاتا ہے۔ لہذا ماں باپ کو تربیت کے سلسلہ میں بیدار مہتر اور انتہائی حساس ہونا چاہئے۔ ذیل میں اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں چند ضروری اور بنیادی امور پیش کئے جاتے ہیں۔

بچوں کی ابتدائی عمر سے دین کی بنیادی تعلیم سے واقف کرایا جائے اور روزہ رکھنے کے عمر سے روزے کا عادی بنایا جائے، بچوں کے لئے شروع ہی سے حلال روزی کا انتظام کیا جائے نیز بچوں میں خوف خدا اور یہ احساس کہ اللہ ہر وقت ان کی نگرانی کر رہا ہے جگایا جائے، شروع ہی سے بچوں کو اچھے اخلاق و عادات کا عادی بنانے کی کوشش کی جائے اس لئے کہ بچپن کی عادتیں

بڑے ہونے پر پختہ ہوتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ بچپن ہی سے انہیں سچائی کی بات، امانت داری، احسان، بزرگوں کی عزت، بڑوسیوں سے حسن سلوک، دوستوں کے حقوق کا خیال اور مستحق لوگوں کی مدد جیسے اعلیٰ اخلاق حامل بنایا جائے۔ برے اخلاق مثلاً جھوٹ، چوری گالی گلوں، غیبت، حسد، تعصب اور بے راہ روی سے روکا جائے نیز شروع ہی سے محنت و مشقت کا عادی بنایا جائے اور آرام پسندی سے دور رکھا جائے۔

بچوں کی جسمانی نشوونما، غذا اور آرام کا از حد خیال رکھا جائے، جسمانی بیماریوں پر نظر رکھی جائے اس کے لئے فیملی ڈاکٹر اور طبیب کا انتخاب بھی ضروری ہے۔ بچوں کی تربیت اور اصلاح میں عجلت پسندی اور جلد بازی کا مظاہرہ کرنے کے بجائے صبر و استقامت سے کام لیا جائے۔ بچوں کی ذہانت پر تحقیر سے گریز کیا جائے۔

بالکل سزا نہ دینا اور بہت زیادہ سزا دینا دونوں باتیں غلط ہیں۔ بچوں سے محبت و شفقت کا برتاؤ کیا جائے کیوں کہ یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ سزا کے معاملے میں اعتدال کی راہ لازم ہے۔ اس سلسلے میں اصولی طور پر یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اسلام ہر طرح کی اصلاح و تربیت کے لئے حتی المقدور نرمی سے کام لینے اور بلاوجہ تشدد سے احتراز کا حامی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت

موسیٰ اشعریؑ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا اس وقت چند مختصر اور جامع لفظوں میں دعوت کے جوڑیں اصول بتائے وہ یہ تھے کہ نرمی کرو سختی نہ کرو خوشخبری دو اور متنفر نہ کرو۔ (مسلم)

بے جا تشدد اور سخت گیری اکثر اوقات بڑے مضر اور نقصان دہ نتائج پیدا کرتی ہے۔ تربیت کے سلسلے میں شفقت اور دلجوئی کا لب و لہجہ اختیار کرنا بہت ہی مؤثر اور مناسب ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مشروب لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے جو اس وقت بہت کم عمر تھے اور بائیں جانب بڑی عمر کے اصحابؓ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباسؓ سے فرمایا کیا تم مجھے اس کی اجازت دو گے کہ یہ بچا ہوا ان بڑوں کو دے دوں؟ انہوں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو ملنے والا ہے خدا کی قسم میں اس میں ایثار نہیں کر سکتا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا پینے کا شرف خود میں حاصل کروں گا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشروب ان کے ہاتھوں میں رکھ دیا۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو باتوں ہی باتوں میں بڑوں کا حق اور ان کے ساتھ رعایت کی تعلیم بھی دے دی۔

موقع اور محل کے اعتبار سے اور موقع کے لحاظ سے کبھی ازراہ تربیت خشکی کا اظہار بھی مناسب ہوتا ہے اور اس کے لئے ڈانٹنا ڈپٹنا بھی مناسب ہوتا ہے۔ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی مثال موجود ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک بار غالباً اپنے غلام کو ڈانٹتے ہوئے ماں کا طعنہ دیا اور کہا ”اے کالی کلوٹی عورت کا بیٹا“ یہ جملہ ازراہ بشریت فرط غصہ میں ان کی زبان سے نکل گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت خشکی کا اظہار کیا اور فرمایا ”ابوذر تمہارے اندر جاہلیت کے اثرات باقی ہیں“۔

تربیت کے سلسلے میں آخری چارہ کار کے طور پر اسلام نے مارنے اور جسمانی سرزنش کرنے کی اجازت دی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بچوں کو دس سال کی عمر میں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مارنے کی اجازت دی ہے بلکہ اس کا حکم دیا ہے۔ لیکن جسمانی سرزنش کے سلسلے میں مزاج نبوت اور مزاج شریعت یہ ہے کہ اس کا استعمال آخری طریق کار پر اس وقت کرنا چاہئے جب فہمائش، پند و موعظت اور ڈانٹ ڈپٹ وغیرہ سے کام نہ چل سکے۔ اس وقت نہیں مارنا چاہئے جب آدمی بہت جذباتی ہو، غصہ کی حالت میں ہو، یا غیر معتدل حالت میں ہو۔ چہرہ اور جسم کے نازک حصوں پر نہیں مارنا چاہئے اور اس طرح نہیں مارنا چاہئے کہ جسم کا کوئی حصہ

ٹوٹ جائے یا زخمی ہو جائے۔ انسانیت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ذات سے ہمیشہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی فکر ہو۔ علامہ اقبالؒ نے اسی لئے کہا تھا۔ درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کڑویاں وقت ایک قیمتی دولت ہے۔ بچوں کو وقت کی قدر دانی کا احساس دلایا جائے۔ وقت کی تنظیم اور قدر پہلے والدین خود کریں اور بچوں کو وقت کے صحیح استعمال کا عادی بنائیں۔

بچوں کی خارجی مصروفیات پر خصوصی نظر رکھی جائے۔ گارجین اور سرپرست کو اپنے بچوں کے دوست احباب اور ملنے جلنے والوں پر بھی نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ بچوں کے دوست احباب کے اخلاق و کردار کیسے ہیں۔ کہیں ان کے بچے ان کی صحبت سے غلط طریقے اور راستے پر تو نہیں چلے جائیں گے۔

بچوں کو بلاوجہ سزا کرنے اور بے مقصد سفر کرنے سے روکنا چاہئے اگر شدید مجبوری ہو تبھی سفر میں بھیجا جائے رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے چھٹیوں میں پروگرام بنایا جائے اور والدین یا سرپرست بھی ساتھ رہیں۔ رات کے اوقات میں (نماز عشاء و فجر چھوڑ کر) باہر گھومنے اور فضول قصہ گوئی کو اس اور دوست احباب میں گپ بازی سے سختی سے روکا جائے۔ رات میں تاخیر سے آنے پر باز پرس بھی جائے۔ بچے جب

نوسال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کے بستر کو علاحدہ کر دیا جائے اس میں بہت سی اخلاقی اور تربیتی حکمتیں اور خوبیاں پوشیدہ ہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں اس پہلو بھی سامنے رکھا جائے کہ بچوں کے سامنے والدین اور افراد خانہ جھوٹ نہ بولیں کسی کی غیبت اور چغلی سے پرہیز کریں۔ بچے کو خوش کرنے کے لئے اگر کسی چیز کا وعدہ کریں تو اس وعدہ کو ضرور پورا کریں اور اس وعدہ کو معمولی نہ سمجھیں۔ گھر میں خالی اوقات والدین اپنے لئے بھی تلاوت اور مطالعہ کا وقت فارغ کریں اور اپنی نگرانی میں بچوں سے ہوم ورک کرائیں یا کم از کم وقفے وقفے سے ان کی نگرانی کرتے رہیں۔

بچے اپنے بڑوں کے اعمال (کاموں) سے غیر محسوس طریقے سے بہت کچھ سیکھتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ والدین اور گھر کے لوگ اپنے قول و عمل میں تضاد نہ ہونے دیں۔ گھر کا ماحول پرسکون اور خوشگوار بنائیں جھگڑے تکرار اور غیر ضروری بحث و مباحثہ سے قطعاً پرہیز کریں۔ نیز بچوں کے سامنے جھنجھلاہٹ اور چڑچڑے پن کا مظاہرہ نہ کریں۔

خاندان کے بڑوں میں باہم میل جول ایک دوسرے کی قدر و منزلت اور احترام بچوں پر خوشگوار اثر ڈالتا ہے۔ اس سلسلے میں اسلام کے زریں اصول کو یاد رکھنا چاہئے جس کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ

و سلم نے اشارہ فرمایا ہے۔ جو بڑا ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور چھوٹا ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ بچوں کی تربیت کے سلسلے میں گارجین اور سرپرست کو اس چیز کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ بچوں میں باہم ایک دوسرے پر فضیلت اور برتری نہ دیں بلکہ سب کے ساتھ برابری کا سلوک کریں ورنہ بچے بہت سے نفسیاتی عوارض میں مبتلا ہو کر بے راہ روی اختیار کر لیتے ہیں ایسے مریضانہ رویے اور برتاؤ سے اجتناب لازم ہے۔

گارجین اور سرپرست حضرات کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا تعلق روحانی پیشوا، اکابرین ملت، علما کرام اور بزرگان دین سے رکھیں بلکہ کسی مصلح وقت اور مربی زمانہ سے بیعت و ارشاد کا بھی تعلق رکھیں اور وقفے وقفے سے اپنی اولاد کو بھی ان کی خدمت میں لے جائیں تاکہ علماء امت اور بزرگان دین کی اہمیت و عظمت ان کے دلوں میں راسخ ہو۔ جس طرح سرپرست حضرات

اپنی اولاد کی جسمانی بیماری کے سلسلے میں ماہر طبیب اور ڈاکٹر سے رجوع کرتے ہیں اور ان سے مشورے لیتے ہیں اسی طرح وہ روحانی بیماریوں کے سلسلے میں مصلحین وقت اور علماء امت سے مشورہ لیں ان کے بتائے ہوئے نسخوں پر عمل کریں۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے والدین کو اولاد کی زندگی کا واسطہ بنایا ہے والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کی زندگی کی تکمیل اور اس کی تعلیم و تربیت کے وہ تمام ذرائع اور اسباب مہیا کرائیں جو ان کی قوت و استطاعت کو مزید جلا بخشیں اور ان کے لئے ایسی فضا ہموار کریں جس پر چل کر وہ اسلاف و اکابر کی اقدار کے پاسدار محافظ بنیں اور قوم و ملت کے لئے مفید اور موثر بنیں اور ساتھ ہی معاشرہ کے بہترین افراد میں شمار ہو سکیں۔ اللہ ہم تمام لوگوں کو ان گذارشات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

حضرت ابو ہریرہ کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔ راستہ میں صحابہ ہی کی ایک جماعت ملتی ہے جس کے سامنے ایک بھنی ہوئی بکری رکھی ہے۔ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی مدعو کرتے ہیں لیکن حضرت ابو ہریرہ کھانے کو دیکھ کر سر جھکا لیتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آ جاتا ہے اور آپ کے کھانے بھی سامنے آ جاتے ہیں، دل بے چین ہو جاتا ہے، گلوگیر آواز میں صحابہ کو جواب دیتے ہیں۔ نہیں بھائی میں نہیں کھا سکتا ہوں۔ ہمارے رسول اللہ اس دنیا سے تشریف لے گئے لیکن خدا کی قسم جو کی روٹی بھی اتنی نہ تھی کہ آپ آسودہ ہو جاتے۔ راوی کا کہنا ہے کہ لوگوں کا یہ سننا تھا کہ سب کے دل مغموم ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

# ہم کو کس طرح تربیت دینا چاہئے

دسویں جماعت کی وداعی تقریب کا دن تھا۔ استاد نے اپنے چہیتے طلباء کی وداعی تقریب کو یادگار بنانے کے لئے ایک انوکھا طریقہ اختیار کیا۔ انہوں نے ہر طالب علم کو اس کی انفرادی صلاحیت سے واقف کراتے ہوئے اسے یادگار کے طور پر ایک تمغہ دیا جس پر سنہرے حرفوں سے لکھا تھا، "You are Special to me"۔

اس تجزیے سے استاد کو ایک اور تجربہ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ انہوں نے اپنے طلبہ کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ تمہیں ایک پراجیکٹ دیا جا رہا ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ لوگوں پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔ ٹیچر نے ہر طالب علم کو تین مزید تمغے دیے اور ان سے کہا کہ پہلا تمغہ اس پہلے شخص کو دیں جس کی شخصیت نے ان کی زندگی میں اہمیت اختیار کی ہو، پھر اس شخص کو بچے ہوئے دو تمغے دیں اور اس سے کہیں کہ وہ ایک تمغہ اس دوسرے شخص کو جو اس کی زندگی میں اہمیت رکھتا ہوا سے دیں۔

ہلکے مشہور تھا۔ اس نے ان سے طالب علم کی کہانی سنائی اور کہا کہ وہ انہیں ایک قابل تخلیق کار مانتا ہے اس نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ لہذا وہ تمغہ کا اعزاز انہیں سپرد کرنا چاہتا ہے۔ سی ای او حیرت سے کھلے منہ کے ساتھ ایگزیکٹیو کو ان کی شرٹ پر تمغہ لگاتے ہوئے دیکھتا رہا جس پر لکھا تھا "You are special to me"۔

اسی طرح دوسرا شخص بقیہ ہوا تمغہ اس تیسرے شخص کو دے جس کے وجود سے اس کی زندگی میں فرق پڑتا ہو۔ ٹیچر نے طلبہ سے یہ بھی کہا کہ ایک ہفتے بعد تمام طلباء اپنی اپنی کارکردگی سے انہیں واقف کروائیں اور۔۔۔ بھی بتائیں کہ اس پراجیکٹ کے اعزاز پانے والے افراد پر کس طرح کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ایک غریب طالب علم اپنے بڑوسی کے پاس گیا۔ جو ایک کمپنی میں جو نیئر ایگزیکٹیو تھا اور پڑھائی کرنے میں اس کی کافی مدد کیا کرتا تھا اور اسی کی محنت کے سبب آج وہ تعلیم کے اس درجہ پر پہنچ پایا تھا اس نے ایک تمغہ ای جو نیئر ایگزیکٹیو کو دیا اور اسے یہ بات بتاتے ہوئے کہ کس طرح ٹیچر نے انہیں پراجیکٹ انجام دینے کیلئے کہا ہے اس کی قمیص پر تمغہ چسپاں کر دیا جس پر لکھا تھا "You are special To me"۔ پھر اس نے دو تمغے جو نیئر ایگزیکٹیو کو دیے وہ جسے چاہا اس اعزاز سے نواز سکتا ہے اور آئندہ جو ہوا اس سے مطلع کرے۔ اس دن جو نیئر ایگزیکٹیو اپنی کمپنی کی سی ای او کے پاس گیا جو اپنے ملازمین کے سچ سے کہنا چاہتا ہوں کہ ان سب کے باوجود میں

تمہیں سب سے زیادہ چاہتا ہوں۔ مجھے ہر وقت تمہارا خیال رہتا ہے۔ تم میری زندگی کا اٹوٹ حصہ ہو۔ تمہارے وجود کے بغیر میری زندگی ادھوری ہے۔ یہ کہتے ہوئے سی ای او نے اپنے لڑکے کی شرٹ پر تمغہ چسپاں کر دیا۔ بچے نے جو تانگھی کے عالم میں سب کچھ سن رہا تھا جب اس نے اپنی شرٹ پر چسپاں تمغہ پر نظر ڈالی جس پر لکھا تھا "specil to me" تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ روتے روتے اس کی ہچکیاں بندہ گئیں اس کا تمام جسم لرز رہا تھا۔ سکیوں کے دوران اس نے کہا۔ ڈیڈی آج شام میں نے اپنے کمرے میں بیٹھ کر آپ کے اور مئی کے نام ایک خط لکھا تھا جس میں میں نے لکھا تھا کہ میں نے خودکشی کی۔ میرا خیال تھا کہ آپ لوگ مجھے بالکل نہیں چاہتے۔ میں آج رات سب کے سونے کے بعد خودکشی کرنے والا تھا۔ پھر اس نے میز پر سے ایک کاغذ اٹھا کر اپنے ڈیڈی کو دیا اور کہا میرے خیال میں اب اس کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ سی ای او نے خط پڑھا تو ان کی آنکھیں دکھاؤں شرمندگی سے اشک بار ہو گئیں۔ دوسرے دن صبح جب سی ای او اپنے دفتر پہنچے تو وہ ایک مختلف انسان بن چکے تھے۔ وہ اب ہلن نہیں بلکہ ایک مشفق شخص بن چکے تھے، انہوں نے آئندہ کبھی اپنے ملازموں کو یہ احساس دلانا نہیں بھولا تھا کہ وہ کبھی کیلئے کس قدر اہم ہیں اور ان کا وجود کبھی کیلئے کس طرح اہمیت رکھتا ہے۔

دنیا میں کئی طرح کے رشتے ہوتے ہیں۔ استاد شاگرد کا رشتہ، باس اور ملازم کا رشتہ، دوست احباب کا رشتہ، باپ بیٹے کا رشتہ، میاں بیوی کا رشتہ، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر رشتہ میں ایک فرد کے لئے دوسرے فریق کی خاص اہمیت ہوتی ہے۔ جہاں تک سماجی رشتوں جیسے، استاد شاگرد، دوست احباب، اور باس اور ملازم کا تعلق ہے یہ رشتے بھی اسی وقت بہتری کی سمت گامزن رہتے ہیں جب تک ان کے کردار کو سراہنا ملتی رہے اور انہیں ان کی اہمیت کا احساس دلایا جاتا رہے۔ لیکن جہاں تک عائلی رشتوں جیسے بچوں اور والدین کا رشتہ یا شوہر اور بیوی کا رشتہ کا تعلق ہے تو یہ رشتے اس قدر حساس ہوتے ہیں کہ ان رشتوں کو پھلتے پھولتے دیکھنے کے لئے جذبات کے اظہار کے ذریعے ان کی آبیاری کرنی پڑتی ہے۔ ورنہ روزمرہ کی بھاگ دوڑ میں ہم اظہار کا ٹانک دینا بھول جائیں تو یہ کھلا کر رہ جاتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اسلام میں الفت و محبت کو خاص اہمیت دی گئی ہے اور اس کے اظہار کی بھی ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے "مومن سراپا الفت و محبت ہے اور اس آدمی میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہے جو نہ تو دوسروں سے محبت کرے اور نہ دوسرے ہی اس سے محبت کریں۔ (مشکوٰۃ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے

"جب کسی شخص کے دل میں اپنے بھائی کے لئے خلوص و محبت کے جذبات ہوں تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے دوست کو بھی ان جذبات سے آگاہ کر دے اور اسے بتا دے کہ وہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ (ابوداؤد) ایک بار آپ کے سامنے سے ایک شخص گزرا کچھ لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس شخص سے محض خدا کی خاطر محبت ہے۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو کیا تم نے اس شخص کو یہ بات بتا دی ہے؟ وہ شخص بولا نہیں تو نبی نے فرمایا جاؤ اور اس پر ظاہر کرو کہ تم خدا کے لئے اس سے محبت کرتے ہو، وہ شخص فوراً اٹھا اور جا کر اس جانے والے سے اپنے جذبات کا اظہار کیا اس نے جواب میں اس سے کہا تجھ سے وہ ذات محبت کرے جس کی خاطر تو مجھ سے کرتا ہے۔ (ترمذی ابوداؤد) پیار و محبت کے رشتوں میں اظہار و تجدید محبت کی ضرورت ہوتی ہے اس سے تو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا لیکن اس اظہار کے لئے سال کے کسی مخصوص دن کا انتظار کرنا مضحکہ خیز لگتا ہے۔ یعنی اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کو اس بات کا احساس دلانا چاہے کہ وہ اس کے جگر کا ٹکڑا ہے تو کیا وہ اس کے لئے بچوں کے دن کا انتظار کرے کہ بچہ تب تک مایوسی کے سمندر میں غرق ہو کر کسی انتہائی اقدام کا ارتکاب کر لے۔

یابہ کہ آپ اپنی شریک حیات کو یہ بتانے کے لئے کہ وہ آپ کی زندگی کا اٹوٹ حصہ ہیں اور ان کے بغیر آپ کی زندگی ادھوری ہے، 14 فروری کا انتظار کریں۔ چاہے سال بھر وہ یہی سمجھتی رہی ہو کہ وہ آپ اور آپ کے گھر کے لئے محض ایک کیئر فیکر کی حیثیت رکھتی ہے۔ آج کل مغرب کی اندھی تقلید میں اور ذرائع ابلاغ کے بے جا پروپیگنڈہ کے نتیجے میں ہماری قوم بھی 14 فروری کے دن کو اہمیت دینے لگی ہے جو "ویلنٹائنس ڈے" کے نام سے فروغ پا رہا ہے۔ سب سے بڑی برائی جو اس دن کے منانے سے جڑی ہوئی

ہے وہ یہ کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اسے اظہار محبت کا دن سمجھتے ہیں جو سوائے بے حیائی کے فروغ کے اور کچھ نہیں ہے۔ اسلام میں ایسی دوستیوں کی کوئی بنیاد نہیں ہے بلکہ یہ اسلام کی رو سے گناہ میں شامل ہے۔ اور جہاں تک ان رشتوں کا تعلق ہے جن میں الفت و محبت اور ان کے اظہار کو جائز قرار دیا گیا ہے ان رشتوں کے لئے بھی بحیثیت مسلمان اس مخصوص دن کو اختیار کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ رشتوں کی نشوونما کے لئے اظہار کے ذریعہ آبیاری کی ضرورت

ہوتی ہے لیکن یہ اظہار کسی مخصوص دن یا وقت کا محتاج نہیں ہوتا۔ دوسرے اسلام میں غیر اقوام کے رسم و رواج اپنانے سے منع کیا گیا ہے۔ جس مذہب کے ماننے والوں کے پاس، زندگی گزارنے کے لئے اتنے پیارے اصول موجود ہوں انہیں اظہار الفت کے طور طریقے دوسری اقوام سے مستعار لینے کی کیا ضرورت ہے؟ جن کے پاس حضور جیسے رہنما موجود ہوں انہیں کسی اور کی تقلید کی ضرورت کیوں کر پیش آ سکتی ہے؟ ربخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ نہ ہماری بزم خیال میں نہ دوکان آئینہ ساز میں

### ہے تمہیں موت کا ڈر، ان کو خدا کا ڈر تھا

میں تم سے خرید و فروخت کے لئے نہیں شادی کے لئے آئی ہوں، اس نے کہا: میں نے اپنی چچا زاد بہن سے شادی کی ہے، اور اس سے وعدہ کیا تھا کہ کسی اور عورت سے اس کے رہتے شادی نہ کروں گا، اس نے کہا، شادی کر لو، ہفتہ میں دو مرتبہ مل لیا کرنا، اس طرح دونوں کے درمیان عقد ہو گیا اور وعدہ کے مطابق اس کے پاس آنے جانے لگا، پہلی بیوی کو اس کے انداز بدلے سے نظر آئے، اس نے شک کی نگاہ سے اس کو دیکھا شروع کیا، بالآخر ایک دن اس نے اپنی کنیز کو اس کے تعاقب میں بھیج ہی دیا کہ دیکھو میرے شوہر نامدار کہاں کے چکر کاٹتے پیرا، کنیز نے اسے ایک گھر میں جاتا ہوا دیکھا، گرد و پیش کے لوگوں سے دریافت کیا، یہ گھر

کس کا ہے؟ معلوم ہوا ایک بچی کا ہے جس نے کپڑا فروش سے شادی کر لی ہے، جا کر اس نے اپنی مالکن کو بتایا، اس نے اس راز کو راز ہی رکھا، فاش نہ ہونے دیا۔ ایک سال کے بعد اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا، اس نے ترکہ میں آٹھ ہزار دینار چھوڑے، اس کی پہلی بیوی نے حساب لگایا کہ چونکہ میرے شوہر کی دو بیویاں تھیں، ایک میں اور ایک وہ..... اور ایک بچہ بھی ہے، اس لئے ہم دونوں کا مشترکہ حصہ ثمن (آٹھواں حصہ) ہے جو ایک ہزار دینار ہے، اور بقیہ سات ہزار دینار بچے کے ہیں۔ اپنے حصہ کا نصف رکھ کر اس نے دوسرا نصف حصہ اس دوسری بیوی کے پاس تقسیم میں چھپا کر کنیز کے ہاتھوں بھیج دیا۔ جس کو وہ پہنچاتی بھی نہ تھی،

کنیز نے اسے ترکہ کی ساری تفصیلات بتا کر تقصیلی حوالہ کی، اس دوسری خاتون نے حیرت و استعجاب اور تحسین کی نظروں سے دیکھا اور رو پڑی، پھر ایک صندوق سے ایک کاغذ کا ٹکڑا نکال کر کنیز کو تھماتے ہوئے کہا: میں اب کہاں اس کی بیوی رہی، دیکھو اس نے مجھے ترکہ سے بے دخل کرنے کا رقعہ پہلے ہی لکھ دیا، اس نے مجھے طلاق دے دی ہے۔ لے جاؤ اس کی بیوی کو سارا مال دے دو، اور اس طرح سارا مال پہلی بیوی کے پاس پہنچا۔ اس قصہ کو دیکھئے، نہ پہلی بیوی خدا کو بھولی اور نہ دوسری نے خیانت کی، نہ شوہر نے دھوکہ بازی سے کام لیا، سچ ہے۔ ہے تمہیں موت کا ڈر ان کو خدا کا ڈر تھا

# یہ تمہارے پر اسرار بند ہے!

جب کوئی انسان کسی اعلیٰ و ارفع مقصد کے حصول کے لیے سعی و جہد کرتا ہے تو اسے مصیبتوں کے واریم جھیلنے پڑتے ہیں۔ قدم پر اس کی کمرہٹ ٹوٹ جاتی ہے لیکن اس کا فولادی عزم، باد مخالف کے تند و تیز جھکڑوں کی پرواہ کئے بغیر اسے آگے بڑھاتا رہتا ہے۔ وہ مصیبت کو مصیبت ہی سمجھ کر بے آسانی جھیل جاتا ہے اور اس پر قابو پانے کی مسلسل کوشش کرتا ہے۔ اس کی جواں ہمتی راہ کے ہر کڑے گھونٹ پر اسے تنگی اور بدحظی ضرور محسوس ہوتی ہو.....!!

ایک دوسری طرح کے کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو راہ و قاف میں ایک نیا اور اچھوتا کردار پیش کرتے ہیں۔ ایسے لوگ مشکلوں کو مصیبت نہیں بلکہ عیش و راحت کی طرح ان سے لذت و سرور اور کیف و نشاط حاصل کرتے ہیں۔ مقصد سے ان کی لگن اتنی بلند اور اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ وہ راہ محبت میں کانٹوں پر بھی لوٹنے کے لئے تیار رہتے ہیں اور ان کانٹوں کی چھین سے ہر آبلہ جو پھوٹ بہتا ہے ان کے لئے مستیوں اور سرشاریوں کا ذریعہ بنتا ہے۔ شادمانی کا جذبہ ان صاحبان

عزیمت کے دل میں اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ وہ یقین کامل رکھتے ہیں کہ جس کی راہ میں ان کی آبلہ پائی خارخیاں سے نکلتی کر رہی ہے، جس کے لئے ان کی شہ رگ سے سرخ سرخ خون بہہ رہا ہے اور جس کی خاطر انہوں نے اپنی زندگی کی بازی لگا دی ہے، وہ سب کچھ کون و مکاں کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے۔ یہی وہ تصور کی بلند پروازی ہے جو انہیں ہر مصیبت پر بے ساختہ کھلواتی ہے۔ ہم اللہ کے ہیں اور اللہ کی طرف پلٹنے والے ہیں۔

فرزند ان توحید جب تک اس طرح کے جذبے سے سرشار تھے، وقت کی ساری عظیم الشان سلطنتیں ان کے پیروں تلے روندی جاتی رہیں۔ وہ موت کو موت نہیں بلکہ زندگی کی صبح درخشاں سمجھتے تھے۔ ان کو ہر لمحہ اس ان دیکھی بے حد و حساب نعمتوں والی جنت کا انتظار رہتا اور جب جان، جان آفریں کے سپرد کرنے کا عزیز ترین لمحہ میسر ہوتا ان کے چہرے پر سکینت و طمانیت اور نشاط و شادمانی کا حسین امتزاج دکھائی دیتا۔!

☆ دامن احد میں حق و باطل کا خوریز

معرکہ ہو چکا تھا۔ جگہ جگہ زخم خوردہ مجاہدین نظر آرہے تھے۔ ان میں حضرت سعد بن ریح بھی تھے جو دشمن کی تیغ و سناں سے چور چور ہو کر دم توڑ رہے تھے۔ لوگوں نے ان سے اظہار ہمدردی کے بعد پوچھا: سعد! کوئی وصیت کرنی ہو تو کر دو۔“ حضرت سعد نے کوئی خانگی قضیہ چکانے کی بات نہیں کی۔ ان کو وراثت کی تقسیم کا کوئی مسئلہ یاد نہیں آیا۔ انہیں یاد آیا تو بس اتنا ہی کہ اے اللہ کی راہ کے سپاہیو! اللہ کے رسول کو میرا سلام پہنچا دینا اور میری قوم سے کہنا کہ دین حق کی سربلندی کے لیے اپنی جانوں کو نچھاور کرتے رہیں۔ دین و دنیا کی فلاح کا یہی ایک راستہ ہے۔“

☆ اسی میدان احد میں زخمیوں کی دیکھ بھال کرتے ہوئے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم عمارہ بن زیاد کے سر ہانے پہنچ گئے۔ آپ نے اپنے مخصوص مشفقانہ انداز میں فرمایا: ”عمارہ! اپنی کوئی آرزو ہو تو کہہ دو“ رحمتہ اللعالمین کی روح پرور آواز سن کر انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔

خون آلود ہونٹ جیسے کپکپاٹھے۔ نیم وا آنکھوں کے کناروں پر ٹھہرے ہوئے آنسوؤں کے موتی جیسے دکنے لگے اور جیسے ان پر ایک وجد آگیاں کیفیت طاری ہو گئی۔ انہوں نے پھر اپنی ساری پڑمردہ قوتوں کو مجتمع کیا اور اپنے خون میں ڈوبے ہوئے زخمی بدن کو زور سے کھینچا اور ڈوبتے ہوئے سر کو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا، گویا کہہ رہے ہوں کہ اگر میری کوئی آرزو ہو سکتی

ہے تو وہ یہی کہ میں آپ کے قدموں میں جان دے دوں۔ آہ کتنی حسین اور تابناک آرزو!!

☆ خضاء اپنے عہد کی ایک مشہور شاعرہ تھیں۔ جاہلیت کے زمانے میں اس کا بھائی داغ مفاہرت دے گیا تو اس نے اپنے درد انگیز مریضوں سے ہستی ہستی، پرہت پرہت کو رلا دیا تھا۔ لیکن جب اس کے دل میں ایمان کی شمع روشن ہو جاتی ہے تو اس کی زندگی کا نقشہ ہے کچھ اور ہو گیا یرموک کی دہشت ناک جنگ میں اسی مرثیہ گو شاعرہ کے سات جوان لڑکے کیے بعد دیگرے جام شہادت پی جاتے ہیں۔ لیکن عظیم ماں کا دل صدمات پیہم کے باوجود صبر و استقلال کا سرچشمہ بنا ہوا تھا۔ شاعرہ کے لبوں کو جب بھی جنبش ہوتی تو صرف اس لئے ہوتی کہ پروردگار کی حمد و ستائش کا سلسلہ جاری رہے!

☆ اسی یرموک کے معرکہ میں حباش بن قیس اپنی شجاعت کے جوہر دکھا رہے تھے بجلی کی سی سرعت کے ساتھ وہ غنیم کی صفوں میں گھس جاتے اور کئی سپاہیوں کو ہلاک کرتے چلے جاتے۔ ان ہی یلغاروں کے دوران کسی نے تاک کر ان کے پاؤں پر تلوار مار دی۔ ان کا پاؤں کٹ کر الگ ہو چکا تھا مگر جوش و خروش اور غیظ و غضب میں ڈوبے ہوئے حباش بن قیس کو کچھ بھی احساس نہ ہوا اور جب معا احساس ہوا تو انہوں نے ڈھونڈتے ہوئے گرج کر کہا: میرا پاؤں کہاں گیا؟“

☆ قادیسیہ کی جنگ اپنی عروج پر پہنچ گئی تھی۔ مجاہدین اسلام کے کمانڈران چیف

حضرت سعد بن وقاص تھے۔ ایک دن انہوں نے دیکھا کہ میدان جنگ میں ایک نقاب پوش سوار دشمن کی صفوں کو خوفناک انداز میں تتر بتر کر رہا تھا۔ کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ آخر یہ غیبی مجاہد کون ہے؟ شام کو جب حضرت سعد اپنے کیمپ میں واپس آئے تو انہوں نے اپنی بیوی سلمیٰ سے اس نقاب پوش سپاہی کی تعریف کی۔ سلمیٰ نے فوری جواب دیا: وہ تو ابو جحش ثقفی شاعر ہے جسے آپ نے شراب پینے کے جرم میں گرفتار کر لیا تھا۔“ کیا واقعی تم سچ کہہ رہی ہو۔“ حضرت سعد نے حیرت سے کہا۔

”ہاں“ حضرت سلمیٰ نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: جب ابو جحش نے اپنے قید خانے سے جنگ کی ہولناکیوں کا مشاہدہ کیا تو اس نے مجھ سے عارضی رہائی کی درخواست کی تاکہ وہ اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں پیش کر دے۔ میں ہر چند انکار کیا لیکن جب اس کا اصرار بڑھتا گیا تو میں نے اجازت دے دی! اب وہ پھر قید ابو جحش کی رہائی کا حکم دیا اور فرمایا: ”خدا کی قسم! جو شخص مسلمانوں پر اس طرح جان نثار کرنے کیلئے تیار ہے میں اس کو سزا نہیں دے سکتا.....!“

آج ملت نے اپنے کردار کا یہی حسن کھودیا ہے۔ اسی لئے اس پر مصائب و آلام کا ہجوم ہے۔ اسی لئے اس نے اپنا وقار گنوا لیا ہے۔ اگر وہ پھر اپنے منصب پر فائز ہو جائے تو مشرق اور مغرب اس کے آگے سجدہ ریز ہو جائیں اور باطل کا سارا جاہ حشم ریت کے محل کی طرح بے نشان ہو جائے.....!! ☆ ☆

بقیہ..... ہدایت کس کے لئے؟

جب تک تم ان کی پیروی کرو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ گویا آپ کے صحابہ شمارے ہیں تو آپ آفتاب ہدایت ہیں۔ صحابہ ہی یہ تعریف اس لئے کی گئی تھی کہ اتباع سنت میں وہ شدید تھے اور اس میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ سنت کی پیروی کا یہی احساس تھا کہ جب حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ اور امیر المؤمنین ہوئے تو ایک مقام کے کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو حضرت ابو بکر صدیق سے سوال کیا کہ آپ ان سے جنگ کیسے کر سکتے ہیں جب کہ یہ اللہ اور رسول کو مانتے ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں تو حضرت ابو بکر صدیق نے برکتہ جواب دیا کہ اگر یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اونٹ کی ایک رسی بھی زکوٰۃ دیتے تھے اور اب اس کو ترک کر دیں تو میں ان سے جنگ کروں گا کیونکہ جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتا ہے یعنی نماز کو تو فرض جانتا ہے اور پڑھتا ہے لیکن زکوٰۃ کو فرض ماننے سے انکار کرتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ کے رسول کے طریقے کو ترک کر دیا ہے۔ اس لئے میں ایسے لوگوں کے خلاف ضرور جنگ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے میں استقامت عطا فرمائے اور ہر قسم کی گمراہی سے بچائے۔ آمین۔

☆☆☆

## تھے ہمیں سب کا خدا ان کے خدا کا اور خدا

اللہ کی یہ شان کریمی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو فراموش نہیں کرتا۔ لیکن انسانوں میں سب ایسے نہیں، کچھ وہ ہیں جو ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور یاد رکھتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر ایسے ہیں جن کو خدا کے سوا سب کچھ یاد ہے۔ انفرادی زندگی میں ہر شخص اس کو اس طرح جانچ سکتا ہے کہ اپنے روزمرہ کے اعمال کو بغور جائزہ لے، اور یہ سوچے کہ کتنے ایسے کام ہیں جوئی نغمہ گناہ کا باعث تھے لیکن اس نے وہ کام کئے، اور اس وقت یہ جھجک محسوس نہ کی کہ اللہ رب العالمین جو حاضر و موجود کی خبر رکھنے والا ہے اسے دیکھ رہا ہے۔ کم از کم اس کے دل میں کشش کی کیفیت بھی پیدا نہ ہوئی، گناہ کیا اور خوب شرح صدر کے ساتھ، نفس سے محبت میں زیر ہو کر، اور خدا کی یاد آئی بھی تو یہ سوچ کر کہ مغفرت اور غنودر گزر تو اس کا شیوہ ہے ہی، کیوں نہ درگزر کرے گا، کر لے اے نفس، یہ گناہ بھی کر لے کہ۔

.....عالم دوبارہ نیست

اور "بلدة طيبة ورب غفور۔"

(شہر پاکیزہ تر ہے، اور رب معاف

کرنے والا ہے)

لیکن بعض لوگ ان کی خوشنودی میں اس سے بھی ڈرتے ہیں کہ مدیر کا نام آخری میں لینا گستاخی تو نہیں، مارے خوف کے "صبح العدیر یا سعادة الخیر" کہہ دیتے ہیں اور جی حضوری کا یہ حال ہے کہ بعض جعلی کاغذات پر صرف اس لئے دستخط کئے دے رہے کہ سرکار عالی جاہ کا فرمان ہے، اگر نہ کیا تو ہونہ ہو مغضوب یا مغضوب نہ ٹھہرایا جاؤں، لیکن یہ بھلا دیا گیا کہ رب کو نین کی یہ پسند نہ تھی۔

جب بات آتی ہے یورپ اور امریکہ کی معاشی تباہی، جنسی ناہمواری اور خاندانی بگاڑ کی تو ہم صاف کہہ دیتے ہیں کہ یہ ان کی خدا فراموشی کا نتیجہ ہے۔ الہی بنیادوں کے بجائے انسانی اصول و ضوابط پر زندگی کی عمارت اٹھانے کا نقصان ہے لیکن عقیدہ مذہبی اصولوں کے اعتراف کے آگے ہمارا اور ان کا حال زندگی کے مختلف شعبوں میں یکساں نہیں ہے؟

انبیاء کرام ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کو نہیں بھلاتے تھے، حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کے اندر اپنے رب سے دعا و مناجات اور اس پر توکل سے ایک قدم آگے بڑھ کر محض ایک ظاہری وسیلہ کے طور پر عزیز مصر کے پاس ایک عرضی بھیجی، اور جیل کے اپنے دونوں ساتھیوں میں سے نجات پانے والے دوست سے یہ کہا تھا کہ "انکرنسی عند ربك" (اپنے مالک کے پاس میرا تذکرہ کرنا) اپنے مالک حقیقی پر اعتماد میں ادنیٰ کی آئی تو قرآن نے کہا: "فانشہ

الشیطان نکر رہہ فلبث فی السجن بضع سنین" (یوسف: 42) یہ تفسیر حضرت عبد اللہ بن عباس سے منقول ہے: فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کولم یقل" یعنی یوسف۔ "الکمتہ التی قال: ملبث فی السجن طول ملبث حیث یبتغی الفرج من عند غیر اللہ" (اگر حضرت یوسف علیہ السلام یہ بات نہ کہتے تو جیل میں اتنی مدت نہ ٹھہرتے جتنا ٹھہرنا پڑا، چونکہ اللہ کے علاوہ سے رہائی چاہنے لگے۔

(تفسیر الطبری: 112/16)  
ابن جوزی نے دو واقعات "صفة الصفوة" میں ذکر کئے ہیں، ایک صحابی کا ہے اور دوسرا دو پاکیزہ عورتوں کا اسے سنتے چلے، اندازہ ہوگا کہ آخر کس درجہ وہ خدا کو یاد رکھنے والے لوگ تھے۔

اس سے ہم اپنے موجودہ ماحول کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم کتنا خدا کو یاد رکھتے ہیں اور کتنا بھلا دیتے ہیں بلکہ بھولے رہتے ہیں، اور نتیجہ اسی اعتبار سے کیا ہونا چاہئے حضرت حسن بصری فرمایا کرتے تھے "لا یجعل اللہ عبداً أسرع الیہ کعبداً ابطاعنہ" (صفیہ الصفوة 2/359) اللہ تعالیٰ اس کی طرف بڑھنے والے بندہ اور اس سے دور رہنے والے بندے دونوں کو برابر نہیں کر سکتا)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

حضرت نافع نے نقل فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا، ان میں ایک شخص حدیر نامی بھی تھے، اس سال پیداوار کی کمی کی وجہ سے لوگ قحط سالی سے دوچار تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو زاد سفر دیا، لیکن حضرت حدیر کو دینا بھول گئے۔ حدیر یہ ہمہ صبر و شکیبائی کا قافلہ کے بالکل اخیر میں یہ کہتے ہوئے چل رہے تھے:

"لا الہ الا اللہ واللہ اکبر والحمد للہ وسبحان اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ" اور ساتھ میں یہ بھی کہتے جا رہے تھے "نعم الزاد یارب" (بارالہا! یہ کیسا بہترین توشہ ہے) قافلہ کے پیچھے بھی رٹ لگائے ہوئے چلے جا رہے تھے، کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں اور آپ سے کہتے ہیں: میرے رب نے مجھے آپ کے پاس یہ بتانے کے لئے بھیجا ہے کہ آپ نے اپنے تمام صحابہ کو توشہ دیا اور حدیر کو نہیں دیا، وہ قافلہ کے پیچھے پیچھے یہ کلمات کہتا ہوا جا رہا ہے۔ (وہی جو اوپر ذکر کئے گئے ہیں) اور فرمایا: "فکلما مہ

ذالك له نور یوم القیامة ما بین السماء والارض" (اس کے یہ کلمات قیامت کے دن آسمان اور زمین کے درمیان نور بن جائیں گے) آپ جلدی سے ان کے پاس توشہ بھیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفعتاً ایک شخص کو بھیجا، اور حضرت حدیر کا توشہ ان کے

حوالہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ان کے پاس پہنچتا تو غور سے سنتا وہ کیا کہہ رہے ہیں اور جب توشہ حوالہ کر دیتا تب بھی سنتا کہ کیا کہتے ہیں؟ اور بتا دینا کہ میں ان کو توشہ دینا بھول گیا تھا، حضرت جبرئیل نے مجھے یاد بھی دلایا اور تمہارے مرتبہ کا بھی ذکر کیا، وہ صاحب حضرت حدیر کے پاس پہنچے، ان کو انہی کلمات میں رطب اللسان پایا، حضور کا سلام پہنچا کر پوری بات ذکر کی، حضرت حدیر نے حمد و صلوة کے بعد کہا: ساری تعریف اس رب العالمین کے لئے ہے جس نے مجھے سات آسمانوں اور عرش کے اوپر سے یاد رکھا، میری بھوک اور میری ناتوانی پر رحم کھایا، پھر کہا: "یارب کمال تنفس حدیراً فاجعل حدیراً لا ینساک" (اے میرے رب جیسا کہ تو نے حدیر کو نہیں بھلایا، حدیر کو بھی ایسا بنادے کہ وہ تجھے نہ بھلائے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا: اگر تم اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے تو آسمان سے زمین تک اس کے کلمات کی روشنی نکھری ہوئی پاتے۔

(صفیہ الصفوة 2/722)  
دوسرا واقعہ بغداد کی دو عبادت گزار پاکیزہ عورتوں کا ہے۔ کہ بغداد میں ایک کپڑا فروش تھا، معمول کے مطابق اپنی دکان میں تھا، اچانک ایک نقاب پوش نوجوان لڑکی آتی ہے، اور خرید و فروخت کے دوران نقاب رخ سے ہٹا کر کہتی ہے (بقیہ..... ۲۹..... صفحہ پر)

# پتہ تم آگے کیوں نہیں بڑھتی؟

مسلمانوں کی پسماندگی کے عنوان پر جتنے بھی مضامین شائع ہوئے ہیں، ان میں ایک سبب نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے وہ ہے تعصب۔ کہا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں اسی لئے ہمیں نوکری نہیں ملتی۔ اسی لئے اعلیٰ تعلیم کا کیا فائدہ؟ شاید اسی میں سچائی کا عنصر ہو۔ اکثر لوگ تعصب کا الزام لگا کر راحت محسوس کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ تعصب ہی ایک سبب ہے اس کے علاوہ اور کوئی سبب نہیں، اپنے آپ کا کبھی محاسبہ نہیں کرتے۔ اپنی جدوجہد اپنی لگن اپنی قابلیت کو مزید قوی کرنے کا عزم کوئی نہیں کرتا۔ بس حکومت پر یا غیر قوم کے تعصب کو مورد الزام ٹھہرا کر اپنی موجودہ حالت اور بے بسی کا رونا روتے رہتے ہیں۔ کبھی اس قوم نے اپنے ہی دامن میں جھانک کر نہیں دیکھا کہ کہاں تک ہم خود اپنی بے بسی کے ذمہ دار ہیں۔ ہماری حالت بہتر بنانے میں ہماری اپنی کوئی ذمہ داری ہے یا نہیں؟

جب آپ دو قوموں کا مقابلہ کریں، ایک مسلم قوم اور دوسری غیر مسلم قوم تو آپ کو ایک نمایاں فرق محسوس ہوگا۔ اس فرق کو محسوس کرنے کے لئے آپ کو صبح کی اولین ساعتوں میں اٹھنا پڑے گا۔ صبح پانچ بجے یا چھ بجے باہر نکل کر کسی گاڑن یا میدان یا پھر ساحل کے کنارے دیکھیں گے کہ جتنے لوگ صبح صبح واکنگ کر رہے ہیں وہ سب غیر مسلم ہیں۔ دور دور تک ان لوگوں میں کوئی بھی مسلم آدمی دکھائی نہ دیکھا یہ رجحان نہ صرف بمبئی کے جو ہونج پر ملے گا بلکہ کولکتہ کے وکٹوریہ گاڑن کے وسیع میدانوں میں بھی ملے گا۔ بنگلور کا لال باغ ہو یا دلی کا انڈیا گیٹ، کوچین کا براڈوے ہو یا مدراس کا گولڈن بیچ، چنڈی گڑھ کی جھیل کا کنارہ ہو یا حیدرآباد کا ٹینک بند علاقہ۔ جتنے بھی لوگ صبح کی واکنگ کرتے دکھائی دیں گے وہ سب کے سب غیر مسلم ہوں گے۔ اگر آپ کہیں بھی ان لاکھوں لوگوں میں ایک بھی مسلم شخص کو دیکھ پائیں یا ملاقات کریں تو آپ اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھ سکتے ہیں۔ اس مشاہدے سے دو سوال ابھرتے ہیں۔ اول تو یہ کہ صبح کی واکنگ سے مسلمانوں کی پسماندگی کا کیا تعلق؟ دوسرا سوال یہ ہوگا کہ کیا وجہ ہے کہ صبح واکنگ

صرف اور صرف غیر مسلم کرتے ہیں۔ مسلمان کیوں نہیں کرتے؟ پہلے سوال کا جواب مثبت ہے۔ یہ بات ہر کوئی تسلیم کرتا ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں سب سے اچھا وقت صبح کا ہوتا ہے۔ پو پھٹنے سے ایک گھنٹہ پہلے اور پو پھٹنے کے ایک گھنٹہ بعد جو باؤنیم چلتی ہے وہ ذہن کو تازگی بخشتی ہے۔ تھکا ماندہ سونے کے بعد جب صبح صبح آدمی اٹھتا ہے تو وہ پھول کی طرح پھر سے کھل اٹھتا ہے۔ نیا دن ہوتا ہے، فضا میں نئی تازگی ہوتی ہے۔ ایسے ماحول میں جو بھر کے سانس لے لیتا ہے تو دن بھر تروتازہ رہتا ہے۔ دراصل خدا نے انسان کو ہاتھ پیرا اسی لیے دیے ہیں۔ ہاتھ سے کام کرے اور پیر سے چلتے جائیں۔ جسمانی مشقت کریں لیکن آج کل مشینی زندگی میں گھر کا ہوا آفس کا کام ہر کام مٹن دبانے سے ہو جاتا ہے۔ کابلی اتنی زیادہ ہو گئی ہے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے تو ٹیلی فون تک جانے کے بجائے بستر پر پڑے پڑے یا کرسی پر بیٹھے بیٹھے سل فون پر بات ہو جاتی ہے۔

گویا کہ قدرت کے حساب سے جتنا کام ہاتھ سے کرنا چاہئے اتنا ہونہیں رہا ہے۔ اسی طرح جس مقصد کے لیے اللہ نے پیر دیے ہیں اس کا استعمال بہت کم ہو رہا ہے۔ پہلے بازار جانا ہوتا تھا یا مسجد تو چلے جاتے تھے لیکن آج گھر گھر میں اسکوٹر، موٹر سائیکل، یا کار موجود ہے۔ کہیں بھی جانا ہو گاڑی

اشارت کی اور نکل پڑے۔ گویا پیروں کا استعمال بھی بہت کم ہو رہا ہے۔ آرام اس قدر پیارا ہو گیا ہے کہ کوئی بھی شخص محنت کرنے سے کتر رہا ہے۔ جو قوم آرام پسند ہے ظاہر ہے وہ پیچھے ہو جاتی ہے۔ وہی قوم آگے آتی ہے جو آگے بڑھنے کا شعور رکھتی ہو۔ ہاتھ پیر کا پورا استعمال کر کے اپنے آپ کو فعال رکھتی ہو، چاق و چوبند رہتی ہو۔

”بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔“ (سورۃ الرعد۔ ۱۱)

ظاہر ہے جو قوم چاق و چوبند رہتی ہو یا پوری طرح فعال رہتی ہو صبح کی تازگی سے تروتازہ ہوتی ہو اس کا معیار زندگی کہیں زیادہ ہوگا۔ نسبت دوسری قوم کے جو کہ سوتی رہتی ہو۔ قدرت کا یہی نظام ہے چونکہ مسلم قوم صبح کی واکنگ سے دور ہے اسی لئے دوسری قوموں سے بہت پیچھے ہے۔ ظاہر ہے اس پسماندگی کی اصل وجہ مسلمانوں کی اپنی عادتیں یا آرام پسند طرز زندگی ہے۔

دوسری قوموں کی طرح اگر اس قوم کو بھی آگے بڑھنے کی خواہش ہے تو محنت و مشقت کرنا ہوگا۔ اپنے جسم میں دماغ میں جدت ہو، تازگی ہو چستی ہو۔ دوسری قوموں کا مطالعہ کرو کیوں کہ یہ لوگ روز افزوں بہتر معیار زندگی اپناتے ہیں اور کیوں مسلم قوم

غریبی و مفلسی کی طرف رواں ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ کیوں کہ واکنگ صرف اور صرف غیر مسلم کرتے ہیں اور مسلم قوم اس سے منہ موڑتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل قدرت کا نظام ہر انسان کے لیے وہی ہے۔ باؤنیم سے وہی لوگ فائدہ پاتے ہیں جو صبح سویرے اٹھ کر اپنے گھروں سے نکل دوڑ میدانوں میں میلوں چلتے ہیں۔ دراصل مسلمانوں کو واکنگ کی ترغیب دینے کے لئے یہ بتایا گیا ہے کہ مسجد کی طرف با وضو ہو کر جب کوئی جاتا ہے تو اسے ہر قدم پر نیکی ملتی ہے۔ ہندوستان میں کوئی شہر ایسا نہیں ہے۔ علاقے میں بھی رہتے ہوں وہاں فجر کی اذان نہ پہنچتی ہو۔ مسلم علاقوں میں تو اذانوں کا سلسلہ مسلسل سننے میں آتا ہے۔ اذان دینے والا روزانہ جگاتا ہے، ہر روز جھنجھوڑتا ہے کہ الصلوٰۃ خیر من النوم (نماز نیند سے بہتر ہے) لیکن افسوس مسلمانوں کے کان پر جوں تک نہیں رہتی۔ دس ہزار آبادی والے مسلم محلے میں فجر کی نماز پڑھنے مسجد میں آنے والے بڑی مشکل سے دس لوگ رہیں گے۔ مسجد کی ایک صف بھی پوری نہیں ہوتی۔ مسلم محلات میں مسجدیں ویران، اذانوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اب آپ بتائیے ایسی قوم جو کہ خواب غفلت میں سوتے رہنا پسند کرتی ہو اس کے لیے بڑے سے بڑے لاوڈ اسپیکر کی اذانوں سے کیا مطلب؟

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے ہم سے کب پیار ہے ہاں نیند تمہیں پیاری ہے جب یہ قوم آنکھ کھولتی ہے تو دیکھتی ہے کہ دوسری قومیں بہت آگے چلی گئی ہیں، اب کیا کریں؟ اپنی پسماندگی کا سبب حکومت پر ڈال دیتے ہیں۔ سینہ مار مار کر روتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے ساتھ تعصب برتا جا رہا ہے۔

چلیے آپ کی بات مان لیتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کیساتھ تعصب برتا جاتا ہے۔ اسی لئے وہ پیچھے ہیں تو کیا دوسرے ملکوں میں مسلمان آگے ہیں؟ جواب نفی میں ہے۔ پاکستان کے مسلمان کون سے جدید علوم و فنون میں ماہر ہیں وہ خود بتائیں۔ افغانستان تو تباہ حال ہے۔ خلیج کے ممالک میں تو تیل کی دولت کی فراوانی ہے وہاں کے مسلمان بھلے ہی امیر ہیں لیکن کسی جدید علوم و فنون میں آگے نہیں ہیں۔ ان ممالک میں ساری کی ساری تجارت و معیشت غیر قوموں کے ہاتھوں میں ہے۔ تیل کی قیمتیں خلیجی ممالک میں طے نہیں ہوتیں بلکہ نیویارک، لندن اور سنگا پور میں تیل کے دام طے کیے جاتے ہیں۔ یہ غیر قوم کے لوگ ہیں جن کی وجہ سے خلیجی ممالک میں اتنی ترقی دیکھی جاتی ہے۔ اس حال کو علامہ اقبال نے یوں بیان کیا:

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو نہیں جس قوم کو پرواوا نشین تم ہو

آپ تو کہیں گے کہ عرب لوگ نمازوں کے پابند ہیں، فجر کی نماز تو پابندی سے پڑھتے ہیں۔ مانا وہ فجر کی نماز پڑھتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق مسجد تک چل کر نہیں آتے بلکہ اپنی ایر کنڈیشنز کاروں میں بیٹھ کر مسجد آتے ہیں اور جیسے ہی سلام پھیرتے ہیں اسی کار میں بیٹھ کر بکھر ہو جاتے ہیں۔ دور دور تک کوئی بھی عرب واکنگ کرتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ ان عرب ممالک میں جیسے کہ دوحہ قطر کے کارنیش کے کنارے مسقط کے وسیع میدانوں میں یا بحرین کے گارڈن میں جہاں کہیں بھی واکنگ کرتے ہوئے لوگ دکھائی دیں گے وہ اکثر غیر مسلم ہوں گے۔ اکا دکا عرب یا ہندوستانی مسلمان یا پاکستانی دکھائی دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آرام پسند لوگوں کو ہونے والی بیماری ذیابیطیس مسلمانوں میں عام ہے۔ یہ بیماری محنت کش لوگوں کو نہیں ہوتی۔

لے گھر سے مسجد، مسجد سے گھر آنا جانا کافی مشقت کا کام ہے۔ اگر کوئی شخص یہ عمل سچ وقت ہر دن کرتا ہے تو وہ واکنگ کا عادی ہو جائے گا۔ جو شخص حج یا عمرہ کرنے کا خواہش مند ہو اس کو روزانہ پانچ چھ کلومیٹر چلنا چاہئے۔ مسلسل ایک یا دو ماہ کی پریکٹس کے بعد عمرہ یا حج کے لیے جائے گا تو الحمد للہ تمام ارکان حج بخوبی انجام دے سکے گا۔ بیت اللہ کا طواف کرتے وقت رٹل کرنا ہوگا یعنی شروع کے تین چکروں میں ایڑیوں کے بل تیز چلنا یا دوڑنا پڑے گا۔ مسجد حرم کے پہلی یا دوسری منزل سے طواف کریں گے تو کم از کم 8-9 کلومیٹر چلنا ہوگا۔

اس کے بعد صفا مروہ کی سعی کرتے وقت ایک مخصوص حصے میں تیز دوڑنا ہوگا۔ سات چکروں میں 2-3 کلوم میٹر کا فاصلہ طے کرنا ہوگا۔ بھرمنی کے میدان میں اپنے خیمے سے تین یا چار کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے جرات پہنچ کر شیطان کو تین دن کنکریاں مارنا ہوگا۔ مزدلفہ کی پہاڑیوں پر رات بسر کرنے کے لئے خوب چلنا پڑتا ہے۔ عرفات کے وسیع میدان میں خوب چلنا پڑتا ہے۔ غرض واکنگ حج کا اہم عنصر ہے۔ اس دینی فریضہ کو ادا کرنے کے بعد ہماری روحانی اور جسمانی حالت نمایاں طور سے نکھر آتی ہے حج کے اتنے اہم عنصر کو صرف حج کے دوران اپنائیں یا روزانہ عام زندگی میں اپنائیں یہ اپنے آپ پر منحصر ہے۔ دراصل حج کی

روحانیت کو برقرار رکھنے کے لیے روزانہ سچ وقت نماز مسجد میں ادا کریں چلتے ہوئے جائیں چلتے ہوئے آئیں ہر قدم پہ ثواب اور ہر قدم پہ صحت، کامیاب زندگی کا یہ فارمولہ دین اسلام نے سکھایا ہے۔ افسوس کہ مسلمان اس فارمولے کی اہمیت کو نہیں سمجھتے۔ غیر قوم نے اس فارمولے کی اہمیت کو سمجھا اور اپنایا یہاں تک وہ اس کے عادی ہو گئے ہیں۔ کیا برسات کیا سردی جیسے ہی پرندے چپکنے لگے یہ نکل پڑے اپنے گھروں سے میلوں چلنے کے لیے۔ ظاہر ہے چست تندرست چاق چوبند قوم ہر میدان میں آگے بڑھے گی برخلاف اس کے سوتی ہوئی قوم سوتی ہی رہے گی۔ آرام طلب قوم آرام ہی کرتی رہے گی۔ اپنی قوم دین سے بھی دور اور دنیا سے بھی دور اسی لیے ایسی قوم آگے نہیں بڑھتی۔

اگر اس قوم کو آگے بڑھنے کا شعور ہے تو سب سے پہلے فجر کی نمازوں کی پابندی ضروری ہے اور ساتھ میں آدھایا ایک گھنٹہ جسمانی مشقت یا واکنگ بے حد ضروری ہے۔ ایک انقلاب بپا ہو۔ ہر مسلم محلے سے جتنوں میں نکلیں، ایک ساتھ نکلیں، اپنی صحت کے لیے نکلیں، میلوں چلیں۔ اس عمل پر قائم رہنے کا پختہ ارادہ کر لیں گھر کے ہر فرد کو اس کا عادی بنائیں باؤنیم باد صبا انشا اللہ آپ کی زندگی میں خوشنما تبدیلی لائے گی۔

☆☆☆

ڈاکٹر سید محمد الدین علوی

## ہدایت کس کیلئے؟

یہ بات کہ ہدایت کس کے لئے؟ جاننے سے پہلے ضروری ہے کہ یہ معلوم کریں کہ ہدایت کس سے حاصل ہو۔ یعنی ہدایت کا سرچشمہ اور منبع کیا ہو سکتا ہے؟ اس بارے میں قرآن مجید ہماری کھل رہنمائی کرتا ہے اور بتاتا ہے۔

الف لام میم۔ یہ اللہ کی کتاب ہے یعنی وہ کتاب ہے جو رب کائنات کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ اس بات میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے جو سرتا سر ہدایت ہے ان لوگوں کے لئے جو طبعاً نیک ہیں اور نیکی اور پرہیزگاری کے راستہ پر چلنا چاہتے ہیں۔

(سورہ بقرہ آیت: ۲)

اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہدایت قرآن مجید سے حاصل ہوتی ہے۔ آگے ہدایت حاصل کرنے کے لئے یہ شرط ہے کہ ایسے لوگ متقی اور پرہیزگار ہوں۔ پھر مزید سورہ بقرہ آیت نمبر ۵۲ (۵۲) میں ایسے نیک لوگوں کی مطلوبہ صفات بتلائی گئی ہیں کہ نیک اور پرہیزگار لوگ صرف وہی ہو سکتے ہیں جو

تمام غیب کی باتوں پر ایمان لا کر بیٹھ ہی نہ جائیں بلکہ نماز قائم کریں۔ یعنی وقت کی پابندی کے ساتھ پورے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کریں اور جو مال اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا ہے! راہ خدا میں خرچ کریں۔ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک

رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور تمام مستحق لوگوں کی مالی امداد کریں اور دعوت حق اور اقامت دین کے کاموں میں اپنا پیسہ صرف کریں۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اس سے محرومی بہت بڑی بد نصیبی ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے محروم ہیں وہ بد راہ اور گمراہ ہیں۔ ہمیں تاکید کی گئی ہے کہ نماز کے آغاز میں سورہ فاتحہ پڑھا کریں اور اس میں اس طرح دعا کریں ”پروردگار تو ہمیں سیدھی راہ/ صراط مستقیم پر چلا۔ اس راہ پر چلا جس پر تیرے محبوب بندے انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین نے چل کر تیری نوازشوں اور تیرے انعام و اکرام سے سرفراز ہوئے۔ ان لوگوں کی

راہ نہیں جس پر چل کر یہود تیرے غضب کے مستحق ہوئے اور نصاریٰ گمراہ ہوئے۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۳۹-۳۸) میں ہدایت کی سرفرازی کے بارے میں حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کی خلافت سے نوازا کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے۔ وہ آگ میں جانے والے ہوں گے۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ کے آخری رسول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو ساری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے اور قیامت تک اب کوئی نبی یا پیغمبر آنے والا نہیں ہے اور آپ کا طریقہ اور اسوہ ہمارے لئے حجت ہے۔ جنتہ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کے مجمع میں اپنا آخری خطبہ ارشاد فرمایا تھا ”دیکھو! میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان دو چیزوں کو جب تک تم قلم نہ رہو گے، کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ دو چیزیں اللہ کی کتاب اور رسول کی سنت ہیں۔“

آپ نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں۔ (بقیہ..... ۳۱..... صفحہ پر)

